بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماہنامہ

جمادی الاول ۱۴۲۱ھ اگست ۲۰۰۰ء

مدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

ماہنامہ الحق کی قریبی خصوصی اشاعت

"اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام"

ان دنوں تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔ جس میں بیسویں صدی کی عالمی اسلامی تحریکات کا خلاصہ کامیابیوں کا جائزہ اور ناکامیوں کی داستانِ درد بھی موجود ہو گی اور ساتھ ہی اکیسویں صدی میں امریکی نیو ورلڈ آرڈر، صیہونیت اور عیسائیت کی مکروہ سازشوں کا مقابلہ کرنے کیلئے فکری مواد بھی موجود ہو گا۔ ان شاء اللہ یہ نمبر عالم اسلام کیلئے ایک ٹھوس لائحہ عمل پر مبنی چشم کشا دستاویز تصور کیا جائے گا اور علمی وادبی اور تاریخی موضوعات سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں کیلئے یہ نمبر خصوصی اہمیت کا حامل ہو گا۔

جن اہم حضرات کے مقالات ابھی تک وعدے کے مطابق موصول نہیں ہوئے ان سے آخری بار گذارش ہے کہ وہ اپنی گرانقدر نگارشات جلد از جلد ماہنامہ الحق کے نام ارسال کر دیں۔

نوٹ: جو ادارے اپنے اشتہارات اس نمبر میں شائع کروانا چاہتے ہیں تو وہ ابھی سے ادارہ سے رجوع فرمائیں۔

دفتر ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ،ضلع نوشہرہ ،سرحد

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 35
شمارہ نمبر --- 11
جمادی الاول ۱۴۲۱
اگست 2000ء

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف سے حضرت مولانا سمیع الحق کی ملکی صورتحال پر بات چیت ...... ادارہ ۲
شذارت: اسلامی دفعات کی عبوری آئین میں شمولیت، کشمیر میں حزب المجاہدین کی جنگ بندی۔ فلسطین و ۷
اسرائیل کے ناکام مذاکرات۔ حافظ الاسد کی موت اور اسکے بیٹے کی ریفرنڈم میں جیت...... راشد الحق سمیع
نظام اکل و شرب میں شریعت کی رہنمائی (درس ترمذی) .... جناب مولانا سمیع الحق مدظلہ ۱۱
حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور تزکیہ نفس (آخری قسط) .... ڈاکٹر محمد امین ۲۲
جامعہ حقانیہ پاکستانی "جہاد فیکٹری"؟ (نیویارک ٹائمز کی رپورٹ)......... مسٹر جیفری گولڈبرگ ۳۶
لاہور میں تحفظ دینی مدارس کانفرنس کا اجتماع .... نثار محمد ۵۳
افکار و تاثرات .... قارئین بنام مدیر ۵۴
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ (ادبیات)............ مولانا محمد ابراہیم فانی ۵۸
دارالعلوم کے شب و روز .... شفیق فاروقی ۵۹
تبصرہ کتب .... م ۔ ا ۔ ف ۶۲

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: (0923) 630340-630435
ای میل ایڈریس: Email : haqqania@hotmail.com

سالانہ بدل اشتراک۔ اندرون ملک فی پرچہ -/15 روپے سالانہ -/150 روپے بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

Babar Hanif Computer Composites

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف سے
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی ملاقات

دینی مدارس، تحریک طالبان، پاکستان کے نظریاتی تشخص اسلام اور مغربی میڈیا
ملک کی سیاسی صورتحال اور دیگر اہم عالمی مسائل پر تبادلہ خیال

مورخہ ۱۷ جولائی کو چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو ملاقات کی خصوصی دعوت دی جو آپ نے علمائے مدارس اور جمعیت کے اکابرین سے مشورے کے بعد قبول کی۔ ملک اور سیاسی حلقوں میں حضرت مولانا کی ملاقات دیگر سیاسی لیڈروں سے زیادہ اہمیت کی حامل سمجھی جارہی تھی اسلئے کہ آپ صرف روائتی سیاستدان نہیں بلکہ علم وجہاد کی ایک عظیم دینی یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ اور طالبان افغانستان کے استاد ومربی ہونے کے ناطے ان سے گہرے تعلقات اور اثرورسوخ رکھنے والی شخصیت کے حامل ہیں۔ اس ملاقات میں حضرت مولانا نے خصوصی اہمیت کیساتھ دینی مدارس کے بارے میں حکومتی مداخلت، طالبان افغانستان کی صورت حال، بلدیاتی انتخابات اور دیگر اہم ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر اپنا جرأت مندانہ موقف پیش کیا۔ بعد میں جامع مسجد باب الاسلام، اسلام آباد میں ایک پر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ملاقات کی تفصیلات صحافیوں اور علمأ کو بتائیں۔ قارئین الحق اور ارباب مدارس کی خدمت میں اسے تلخیص کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ ....ادارہ

....

جنرل صاحب! آپ مغرب اور امریکہ سے نہ ڈریں بلکہ اللہ سے ڈریں۔ مولانا سمیع الحق
دینی مدارس میں حکومت اور وزیر داخلہ کی مداخلت نا قابل برداشت ہے۔

حضرت مولانا نے چیف ایگزیکٹو پر واضح کیا کہ امریکہ اور پاکستان میں امریکی ایجنڈا کے حامی بعض وزرأ مشیر، بیوروکریٹ اور این جی اوز کے کارندے، پاک فوج کو سیکولر بنا کر کرش کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن پاک فوج کے اسلامی اور مجاہدانہ تشخص کی حفاظت کرنا آپکی ذمہ داری ہے اور اس ملک میں سیکولرازم کبھی بھی نافذ العمل نہیں کرلیا جاسکتا۔ بدقسمتی سے آپکی حکومت کے کارندوں نے آپکو غلط سمت میں لگادیا ہے۔ اور اسکی بڑی مثال دینی

مدارس کے خلاف آپکی حکومت کے منفی اقدامات ہیں۔ یہ لوگ آپکو دینی مدارس اور مذہبی حلقوں سے الجھانا چاہتے ہیں۔ میں سیاستدان ہونے کے علاوہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور تحفظ دینی مدارس کے کنونیر کی حیثیت سے بھی آپکو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ دینی مدارس ملک و قوم کی صحیح خدمت کر رہے ہیں۔ انہی کے دم سے مسلم معاشرے کا وجود باقی ہے۔ ہمارے مدارس کا نظامِ تعلیم جدید تقاضوں سے بھی مکمل ہم آہنگ ہے۔ ہم طلباء کو تعلیم کیساتھ ساتھ مکمل اخلاقی تربیت بھی دیتے ہیں۔ پھر مسلم معاشرہ کا سب سے شریف اور اعلیٰ اخلاق کا حامل کردار ایک عالمِ دین ہی کا ہوتا ہے۔ ہم اپنے مدارس میں طلباء کو ۸ سال میں وہ سب کچھ پڑھاتے ہیں جو ۱۴ مختلف عصری تعلیمی ادارے الگ الگ اپنے طلباء کو پڑھاتے ہیں۔ میں نے جنرل مشرف کو دینی مدارس کا تعلیمی نصاب انگریزی میں مرتب کر کے انہیں دیا تا کہ آپ خود بھی اس نصاب کا جائزہ لے سکیں کہ اس نصاب تعلیم میں کہاں دہشت گردی اور فرقہ واریت پائی جاتی ہے ؟ میں نے جنرل صاحب کو بتایا کہ آپ ایک حکومتی بورڈ ہمارے تعلیمی نصاب کا جائزہ لینے کیلئے مقرر کریں اگر آپ کو اطمینان نہیں ہوتا۔ ان شاء اللہ ہمارا تعلیمی نصاب دنیا بھر کے مختلف تعلیمی نصابوں سے ہر لحاظ سے جامع اور معیاری ثابت ہوگا۔ دینی مدارس کے سروے فارم کے حوالہ سے میں نے ان سے کہا کہ بعض مدارس میں وردیوں میں ملبوس میجر بھیجے گئے ہیں جنہوں نے مدارس کے منتظمین سے انکے ذرائع آمدن اور چندہ کی مد میں ملنے والی رقوم کی تفصیلات جاننے کیلئے پوچھ گچھ کی ہے۔ ہم حکومت کی جانب سے دینی مدارس کے سروے فارم وغیرہ جیسے اقدامات کی سخت مذمت کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے ہم نے تمام مکاتب فکر کے نمائندوں کا اجلاس طلب کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے جنرل مشرف پر واضح کیا کہ کوئی بھی دینی مدرسہ دہشت گردی میں ملوث نہیں ہے۔ دینی مدارس کے طلباء کو تو چاقو تک رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی اسکے برعکس یونیورسٹیاں اسلحہ سے بھری پڑی ہیں وہاں خون خرابہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ کالجوں میں باقاعدہ این سی سی (فوجی تربیت) کی تربیت دی جاتی ہے لیکن ان پر دہشت گردی کا الزام کوئی نہیں لگایا جاتا۔ نیز میں نے جنرل مشرف کو دعوت دی کہ آپ حقانیہ سمیت کسی بھی مدرسے کا اچانک دورہ کر سکتے ہیں کہ آیا وہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے یا قرآن و حدیث اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا درس دیا جاتا ہے۔ میں نے جنرل مشرف کو بتایا کہ اسوقت پوری دنیا کی نظریں مدارس اسلامیہ پر لگی ہوئیں ہیں۔ اور خصوصیت کیساتھ انہوں نے دارالعلوم حقانیہ کو اپنا ہدف تحقیق و تنقید بنایا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں روزانہ مختلف مغربی ممالک اور خصوصیت کیساتھ امریکہ کے جرنلسٹ' سکالرز اور جاسوس دارالعلوم کا دورہ کر رہے ہیں۔ لیکن الحمدللہ اب تک وہ کچھ بھی ثابت نہیں کر سکے۔ دینی مدارس کا دامن ہر طرح کی منفی سرگرمیوں اور دہشت گردی سے پاک ہے۔ اگر آپکی حکومت نے بھی نواز شریف اور بے نظیر کی طرح دینی مدارس اور تحریک طالبان کے خلاف اقدامات کرنا شروع کئے تو آپ کی حکومت کا انجام بھی ان سے مختلف نہیں ہوگا۔ اسکے علاوہ میں نے جنرل صاحب پر واضح کیا

کہ ۱۹۷۳ء کا آئین قوم کا متفقہ طور پر منظور کردہ آئین ہے۔ اگر آئین میں تبدیلی یا ترامیم کی کوشش کی گئی تو نیا پنڈورا بکس کھل جائے گا اور نت نئے مسائل سامنے آئیں گے۔ نیز میں نے انہیں بتایا کہ آپکی حکومت افغانستان سے اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالہ کرنے یا دیگر معاملات پر طالبان حکومت پر دباؤ نہ ڈالے۔ اسی طرح میں نے جنرل مشرف پر واضح کیا کہ افغانستان میں خانہ جنگی نہیں بلکہ ایک شرپسند عناصر کا ایجنٹ گروہ چند پہاڑوں میں بیٹھ کر امن کو سبوتاژ کر رہا ہے۔ پھر امریکہ ' روس 'بھارت 'اسرائیل بلکہ سارا عالم کفر انہیں اسلحہ و امداد پہنچا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ طالبان کے نافذ کردہ اسلام کو اسی طرح انکی حمیت 'آزادی کو بھی برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ اسلئے وہ خانہ جنگی اور دہشت گردی سمیت ہر خرابی کا ذمہ دار طالبان کو قرار دے رہا ہے۔ حضرت مولانا نے جنرل صاحب پر واضح کیا کہ طالبان شیعہ ' سنی مسئلہ میں کسی ایک گروہ کی بھی سرپرستی نہیں کر رہے ہیں اگر ایسا ہوتا تو شیعہ سنی مسئلہ افغانستان میں بھی ہوتا۔ قائد جمعیت نے کہا کہ میں نے جنرل صاحب سے کہا کہ آپ ہمیں بتائیں کہ افغانستان نے فرقہ وارانہ دہشت گردی میں پاکستان کو مطلوب کن افراد کو پناہ دے رکھی ہے۔ ہم انہیں واپس لانے کیلئے طالبان سے بات چیت کریں گے۔ ضلعی انتخابات کے بارے میں حضرت مولانا نے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے جنرل صاحب سے کہا کہ ان انتخابات میں پھر سے کرپٹ سیاسی جماعتیں بالواسطہ طور پر حصہ لیں گی اور دوبارہ آنے کی کوشش کریں گی۔ فی الحال آپ اپنی تمام تر توجہ احتساب کے عمل پر مرکوز رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عورتوں کو بلدیاتی نظام میں ۵۰ فیصد نمائندگی دینے کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ ہم ۵۰ فی صد کی حکومتی تجویز کسی قیمت پر برداشت نہیں کرینگے۔ کراچی لاہور جیسے بڑے بڑے شہروں کے کچھ سیکولر لوگ شاید اپنی عورتوں کو ضلعی اسمبلیوں میں جانے کی اجازت دے دیں لیکن سرحد 'بلوچستان ' سندھ میں عوام اپنی عورتوں کو ضلعی اسمبلیوں میں مردوں کے برابر بیٹھنے کا تصور تک نہیں کر سکتے۔ حضرت مولانا نے یہ بھی کہا کہ پاکستان الجزائر یا ترکی نہیں امریکہ ہمارے ملک اور فوج کو سیکولر بنانا چاہتا ہے لہذا پاکستان کی فوج کے اندر جذبہ جہاد برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ امریکہ دراصل فوج اور آپکو ان سازشوں کے ذریعہ ناکام بنانا چاہتا ہے۔ اگر آپ ناکام ہو گئے تو پھر کہا جائیگا کہ فوج ناکام ہو گئی ہے۔ کالاباغ ڈیم کے بارے میں قائد جمعیت نے ان سے کہا کہ اس مسئلہ کو سیاست کے بجائے فنی بنیادوں پر دیکھا جائے۔ اور آپ قومی اتفاق رائے پیدا کرنے کیلئے ان علاقوں کا دورہ کریں جو ڈیم سے متاثر ہونے والے ہیں اور انکو سمجھائیں۔ اور اصل حقیقت سے قوم کو آگاہ کریں۔ اسی طرح میں نے موجودہ حکومت کے اس اعلان کا بھی مذہبی حلقوں اور ملی یکجہتی کونسل کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے خیر مقدم کیا جس میں اسلامی دفعات کو عبوری آئین میں شامل کیا گیا ہے۔ اور میں نے ان سے کہا کہ آپ اس ملک میں صحیح اسلامی نظام نافذ کرنے کیلئے عملی اقدامات کریں۔ یہ ذمہ داری عنداللہ آپ پر فرض ہے۔

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کے خیالات اور گفتگو

میرے سیکولر ہونے کے بارے میں کوئی تصور بھی نہ کرے۔
میں افغانستان کو خوشحال اور مستحکم دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھ سے تعاون کریں۔

جنرل مشرف نے کہا کہ میں دینی مدارس کا خیر خواہ ہوں۔ دینی مدارس کی ہمارے معاشرے میں جو اہمیت ہے میں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ وہ شخص یقیناً پاگل ہوگا جو دینی مدارس کو فضول قرار دیتا ہو یا ان کی اہمیت سے انکار کرتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں دینی مدارس کی خیر خواہی کیلئے انکے نصاب کو جدید بنانا چاہتا ہوں۔ اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دینی مدارس اور علماء کو حکومت سے تعاون کرنا چاہیے انہوں نے کہا کہ میں مدارس کے نصاب اور طرز تدریس کو جدید بنانے کے لئے جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی، کمپیوٹر اور دیگر لوازمات اور فنی ماہرین کی خدمات مہیا کرنے کیلئے تیار ہوں۔ تاکہ دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے افراد ''روایتی مولوی'' بننے کے بجائے جدید ترین علوم سے لیس ہو کر عملی زندگی میں قدم رکھیں اور قوم کی بہتر خدمت کر سکیں۔ ہم یہ اقدامات علماء اور دینی مدارس کی بھلائی کے لئے کر رہے ہیں۔ (اس موقع پر مولانا سمیع الحق صاحب نے بتایا کہ پھر آپ کے وزیر داخلہ معین حیدر کیوں الٹے سیدھے بیانات ہر روز جاری کرتے ہیں۔ اور آج ۷ اجولائی کے روزنامہ اوصاف میں یہ خبر ہے کہ وزارت داخلہ دینی مدارس کو کنٹرول میں لینے کے لئے چند روز میں اقدامات شروع کرنے والی ہے۔ جنرل مشرف نے اس بات کو نوٹ کیا اور اس بیان پر ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور کہا کہ یہ حکومتی موقف نہیں۔) اسی طرح جنرل مشرف نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ چند مدارس میں ہماری اطلاعات کے مطابق طلباء کو دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔ اور اسی بات کو بنیاد بنا کر مغربی ممالک پاکستان اور اسلام کا غلط امیج بنا رہے ہیں۔ (مولانا سمیع الحق صاحب نے انہیں بتایا کہ اگر ایک مدرسہ بھی آپ نے ہمیں بتایا تو ہم تمام مسالک والے اس مدرسے کا خود محاسبہ کریں گے۔ لیکن ایسا ہرگز حقیقت میں نہیں ہے۔) ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں امن ہو فرقہ وارانہ دہشت گردی کا جڑ سے خاتمہ ہو تمام مکاتب فکر کے افراد اور عوام میں بھائی چارہ اور ہم آہنگی قائم ہو اور مساجد، امام بارگاہوں پر خوف اور دہشت کے بادل نہ منڈلائیں۔ (مولانا نے انہیں آگاہ کیا کہ ملی یکجہتی کونسل اور جمعیت علمائے اسلام شروع دن ہی سے اپنے طور پر فرقہ واریت کی آگ

بجھانے کی کوشش کر رہی ہے۔)انہوں نے حضرت مولانا سے درخواست کی کہ وہ اسلام کا صحیح تصور دینا پر واضح کرنے کے لئے حکومت سے تعاون کریں۔اسلام امن و آشتی اور انسانی فلاح کا دین ہے اسلام کے حوالے سے مغربی رائے عامہ کی غلط فہمیاں دور کی جانی چاہئیں۔(حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے جنرل صاحب کو آگاہ کیا کہ میں تو گزشتہ کئی سالوں سے مغربی میڈیا کو اسلام کی صحیح تصویر پیش کر رہا ہوں اور دارالعلوم حقانیہ کے دروازے بھی دن رات مغربی صحافیوں کی خدمت میں کھلے ہوئے ہیں۔) جنرل مشرف نے حضرت مولانا سے افغانستان میں مختلف عناصر کے درمیان صلح کرانے کی بھی خواہش ظاہر کی۔ نیز یہاں پاکستان میں فرقہ وارانہ دہشت گردی میں پاکستانی حکومت کو مطلوب بعض افراد کو افغانستان سے واپس لانے کیلئے اثر و رسوخ استعمال کرنے کی بھی درخواست کی۔

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے حضرت مولانا سے ملاقات کے آغاز میں اپنا اور حکومتی موقف پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا اسمبلیوں کی بحالی اور سیاسی جماعتوں کو کام کرنے کی اجازت دینے کا فی الحال کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جن سیاستدانوں نے اسمبلیوں کی بحالی کی مہم شروع کر رکھی ہے۔وہ یہ خیال ذہن سے نکال دیں مکمل سیاسی سرگرمیاں اور اسمبلیاں سپریم کورٹ کے فیصلہ کے مطابق تین سال بعد ہی بحال ہونگی۔انہوں نے کہا کہ وہ اور ان کے ساتھی سپریم کورٹ کے دیئے ہوئے وقت کے اندر ملک کو معاشی' سیاسی اور سماجی مسائل کے دلدل سے نکالنا چاہتے ہیں۔

جنرل صاحب نے کہا کہ ہماری پہلی ترجیح اقتصادی نظام کی اصلاح کر کے پاکستان کو خود کفالت کی راہ پر ڈالنا ہے۔ حضرت مولانا نے بتایا کہ اسی طرح جنرل پرویز مشرف پانی کے بحران پر خاصے پریشان تھے انہوں نے مولانا سے کہا کہ وہ کالاباغ ڈیم کے حوالے سے عوام کے ذہنوں میں موجود غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے حکومت سے تعاون کریں۔ جنرل مشرف نے کہا کہ میں خود نوشہرہ' اکوڑہ خٹک سمیت ملک بھر میں کالاباغ ڈیم کی مخالفت کرنے والوں کے پاس جا کر انہیں سمجھاؤں گا کہ کالاباغ ڈیم بننے سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ پاکستان صومالیہ بننے سے بچ جائے گا۔

جنرل صاحب نے کہا کہ ماہرین پانی کے بحران کے بارے میں مسلسل تشویشناک اطلاعات دے رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر 2010ء تک ہم نے مناسب بندوبست نہ کیا تو پانی کے موجودہ ذخائر ختم ہو جائیں گے اور پاکستان کے ہرے بھرے میدان صحراؤں میں بدل جائیں گے۔

....

شذرات راشد الحق سمیع حقانی

عبوری آئین میں اسلامی دفعات کی شمولیت ایک دانشمندانہ فیصلہ

گزشتہ ماہ فوجی حکمرانوں نے بلآخر پاکستان کے پندرہ کروڑ عوام کی خواہشات کا احترام کرتے ہو۔ عبوری آئین (پی سی او) میں اسلامی دفعات شامل کرلی ہیں۔ حکومت کے اس دانشمندانہ فیصلے پر پاکستانی عوام' دینی جماعتوں' جمعیت علمائے اسلام اور خصوصاً اسلامی حلقوں نے انتہائی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اس فیصلے سے جہاں حکومت کی دن بدن گرتی ہوئی ساکھ کو تھوڑا سا سہارا ملا ہے وہاں امریکہ 'مغرب اور پاکستان میں سیکولرازم کے علمبرداروں اور قادیانی حلقوں میں مایوسی چھاگئی ہے۔ حکومت کے بعض کارندوں نے آتے ہی عالمی شیطانی قوتوں کو یہ تاثر دیا تھا کہ ہم سیکولر ہیں اور پاکستان کو بھی بہت جلد ایک سیکولر اسٹیٹ بنادیں گے لیکن الحمد للہ علماء اور دینی جماعتوں نے ان کا سارا ڈرامہ ناکام کردیا۔ اس سے قبل بھی توہین رسالت کے قانون میں ترمیم نہ کرنے کا فیصلہ اسی دباؤ کا نتیجہ تھا۔ پاکستانی عوام کے لئے یہ امر خوش آئند ہے کہ گو مذہبی جماعتوں کے نقطۂ نظر میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ لیکن جب بھی دین و شریعت اور ملک و ملت کے نام پر ہلکی سی آنچ بھی پڑتی ہے تو یہی متفرق دینی جماعتیں دین کی حفاظت کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتی ہیں۔ اللہ کرے کہ ان کا یہ اتحاد مزید موثر اور مستحکم ثابت ہو۔ اور پاکستان میں آنے والے اسلامی انقلاب کی قیادت بھی انہی جماعتوں کو میسر ہو۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت مغرب کو خوش کرنے کی پالیسی چھوڑ کر اللہ کی خوشنودی اور عوام کی مرضی کو مقدم رکھے گی اور موجودہ حکمران اپنا مقررہ وقت پورا کرنے کے بعد واپس عزت و احترام کے ساتھ فوجی بیرکوں میں چلے جائیں گے۔ یہی ملک و ملت کے لئے بہتر راستہ ہے۔

....

کشمیر میں حزب المجاہدین کی جنگ بندی کس منصوبے کا حصہ ہے؟

مقبوضہ کشمیر میں برسرپیکار جہادی تنظیموں میں سے ایک فعال جہادی تنظیم حزب المجاہدین کے کمانڈروں نے مقبوضہ کشمیر میں اچانک یکطرفہ طور پر بھارت کے خلاف جنگ بندی اور غیر مشروط مذاکرات کی

پیشکش کا اعلان کر کے عالمی دنیا کو تو چونکا دیا لیکن ساتھ ہی آزادی کشمیر سے وابستگی اور دلچسپی رکھنے والوں کو بھی سخت ذہنی کوفت سے دوچار کر دیا۔ یہ اعلان تحریک آزادی کشمیر کے لئے کسی دھماکے سے کم نہیں تھا۔

حسب توقع حزب المجاہدین کی جنگ بندی کی پیشکش کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور بھارت کے ساتھ چندروز کے مجوزہ سطحی معمولی مذاکرات بھی ہمیشہ کی طرح ناکام ثابت ہوئے۔ بھارت نے اپنی روایتی مکاری' ہٹ دھرمی اور وعدہ خلافی کی روایت کو برقرار رکھا۔ (اسی لئے 8 اگست کو حزب المجاہدین نے دوبارہ مجبوراً بھارت کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا اعلان کر دیا ہے۔) لیکن اس جنگ بندی کے اعلان سے حزب المجاہدین' جماعت اسلامی کی شہرت کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ (گو کہ جماعت اسلامی حزب کے فیصلے سے لاتعلقی کا اظہار کر رہی ہے) حزب کے اس ناعاقبت اندیشانہ فیصلہ سے جہادی تنظیموں میں تھوڑا سا انتشار بھی پیدا ہو گیا ہے اور ساتھ ہی حکومت پاکستان کے کردار کو بھی کافی نقصان پہنچا۔ حزب المجاہدین کے اس رویہ کے خلاف متحدہ جہاد کونسل نے نہ صرف حزب المجاہدین کی رکنیت معطل کر دی بلکہ اس کے امیر اصلاح الدین کو بھی جہاد کونسل کی چیرمین شپ سے علیحدہ کر دیا۔ اس سارے کھیل میں سراسر نقصان حزب المجاہدین ہی کو پہنچا۔ اور اس کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آیا۔ سوائے بدنامی اور ناکامی کے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ کافی عرصے سے کشمیر کے مسئلے پر ''پراسرار قسم کی عالمی سرگرمیاں'' جاری ہیں۔ اور یہ تازہ تانے بانے بھی اسی کھیل کا ایک حصہ ہیں۔ لیکن یہ سازشیں کشمیری عوام کی عظیم جدوجہد اور ہزاروں شہیدوں کے خون کے مقابلے میں ان شاء اللہ تارِ عنکبوت ثابت ہونگی۔ اور جلد یا بدیر کشمیر' افغانستان کی طرح بھارتی استعمار سے عزت واحترام اور جہاد کی بدولت ہی آزادی حاصل ہوگا۔

....

کیمپ ڈیوڈ میں فلسطین واسرائیل کے ناکام مذاکرات

جولائی کا مہینہ عالمی سطح پر انتہائی اہمیت حاصل کر گیا تھا کیونکہ امریکی شہر کیمپ ڈیوڈ میں فلسطین اور اسرائیل کے درمیان صدر کلنٹن کی سرپرستی اور اس کی خواہش پر دونوں دیرینہ حریفوں کے درمیان فیصلہ کن مذاکرات ہو رہے تھے۔ تمام دنیا کی نظروں' عالمی میڈیا اور خصوصاً عالم اسلام کی توجہات کا مرکز یہی شہر تھا کہ دیکھئے اس بار فلسطینی مسلمانوں کو مذاکرت کی صورت میں کتنے نئے زخم سہنے کو ملتے ہیں۔ اب تک ان مذاکرات کی پوری تفصیل اور دونوں فریقوں کا موقف دنیا کے سامنے تفصیلی طور پر آچکا ہے۔ ہم مندرجہ ذیل چند سطور اس

لئے لکھ رہے ہیں کہ ہم ان مذاکرات کی ناکامی پر اطمینان کا اظہار کریں 'کیونکہ آج تک عالم کفر اور خصوصاً امریکہ کے زیر اہتمام جہاں بھی مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان مذاکرات ہوئے ہیں تو نقصان اور خسارے میں صرف مسلمان ہی رہے ہیں۔ اس بار بھی امریکہ نے بھرپور دباؤ ڈالا کہ فلسطینی عوام القدس شریف سے مکمل دستبرداری کا اعلان کر دیں اور اسرائیلی فیصلوں اور اسکے بنائے گئے ناقابل تصور ظالمانہ نقشے کو مان لیں۔ لیکن الحمدللہ کہ عالم اسلام 'فلسطینی عوام اور خصوصاً تحریک حماس کے زبردست دباؤ کے پیش نظر فلسطینی محدود علاقے کے "خود مختار" "صدر" یاسر عرفات نے اسرائیل اور امریکہ کی مرضی بامر مجبوری نہیں مانی۔ ورنہ اس سے پہلے اسی کیمپ ڈیوڈ کے شہر میں کئے گئے معاہدوں اور دیگر مذاکرات کے نتیجہ میں ہمیشہ یاسر عرفات نے صیہونی مفادات کو فوقیت دی ہے۔ مذاکرات کی ناکامی کے بعد یاسر عرفات نے ایک بار پھر دھمکی دی ہے کہ ستمبر میں آزاد فلسطینی ریاست کا اعلان کیا جائے گا۔ گو کہ اس سے قبل بھی انہوں نے کئی مرتبہ اس کا اعلان کرنا چاہا لیکن ہر بار امریکی لالچ اور اس کی وفاداری نے ایسا کرنے سے انہیں روکے رکھا۔ اس بار تو عالم اسلام کی اکثریت نے اس کی منظوری کا عندیہ بھی دے دیا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ اس بار یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے ؟

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ امر امریکہ سمیت پوری دنیا پر واضح کر دینا چاہیے کہ عالم اسلام کسی بھی صورت میں القدس کی عظمت اس کی مذہبی 'تاریخی' تمدنی اور جغرافیائی حیثیتوں سے دستبردار نہیں ہوگا۔ چاہے اس کے لئے اسے کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے۔ لیکن اول و آخر القدس مسلمانوں اور فلسطینیوں کا ہی ہے۔

....

آمر حافظ الاسد کی موت اور ان کے بیٹے بشار الاسد کی ریفرنڈم میں جیت

خاندانی اقتدار عالم عرب کے سیاسی اور مذہبی انحطاط کی اصل علت

کچھ عرصہ قبل شام کے مطلق العنان تیس برس سے قابض حکمران حافظ الاسد کا انتقال ہوا۔ حافظ الاسد بھی عالم اسلام کے ان حکمرانوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام اور مذہبی حلقوں کی بیخ کنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور سرزمین اسلام میں ہی اسلام کو قیدی بنائے رکھا۔ تیس برس کے طویل عرصے میں کتنے ہی بے گناہ ہم وطن 'ہم نسل' علماء 'فضلاء 'ادباء اور سیاسی مخالفین کو اقتدار کی قربان گاہ پر اپنی حکومت کے دوام کے لئے قربان کر دیا۔ اس عرصے میں شام میں مذہبی سرگرمیاں صرف موذن کی اذان اور نماز جنازہ کی رسومات کی ادائیگی تک رہ گئی تھیں۔ باقی پورے ملک اور نظام پر اشتراکیت کے منحوس سائے پڑ گئے تھے۔ شروع ہی سے پورا ملک "البعث" نامی پارٹی کو ٹھیکہ پر دیا گیا ہے۔ حافظ الاسد نے تیس سال کا زمانہ ریفرنڈمز 'سازشوں' جبر و استبداد اور

اسرائیل کی مخالفت کے سہارے کاٹا۔اب یہی "دستور" ان کے بیٹے بشار الاسد کیلئے بھی ٹھہرا ہے۔ آپ بھی اپنے والد کی طرح پانچ سال کیلئے صدارتی الیکشن میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہو چکے ہیں۔اور بظاہر اب اقتدار کا تاج تاحیات آپ کے سر پر جگمگاتا رہے گا۔اور پھر اس کے بعد حسب سابق آئندہ نسلوں کو یہ منتقل ہوتا رہے گا۔یہ سب کچھ "جمہوریت" کے نام پر ہو رہا ہے۔اور پھر یوں کہیے کہ ماشاء اللہ "جمہوری دور" میں ہو رہا ہے لیکن دنیا بھر کے "جمہوریت کے چیمپئن" یہ دھاندلی' جبر واستبداد' شخصی اور خاندانی اقتدار اپنے مفادات کی تکمیل کیلئے برداشت کر رہے ہیں۔حافظ الاسد اس گناہ میں تنہا نہیں تھا بلکہ اسکے ساتھ مصر کے حسنی مبارک' عراق کے صدام حسین اور لیبیا کے قذافی وغیرہ جیسے حکمران کئی عشروں سے نام نہاد پانچ سالہ انتخابات اور ریفرنڈمز کے ذریعے عوام و اقتدار پر قابض ہیں اور تقریباً ان تمام ممالک میں اشتراکی یا البعث ٹائپ کی پارٹیوں کی حکمرانی رہی ہے اور انکی نااہل اولادیں بھی ابھی سے آئندہ کیلئے نامزد ہو گئی ہیں۔اور باقی دیگر عرب ممالک پر "ماشاء اللہ" بادشاہت کا خاندانی تسلط تو پہلے ہی سے موجود ہے۔

آج اسی تسلط اور خاندانی اقتدار کے باعث ملت مسلمہ تباہی کی جانب گامزن ہے۔ اگر اسلام میں آمریت اور خاندانی اقتدار جارلویت ہوتی تو حضور ﷺ اس کا اہتمام اپنے خاندان سے کرتے۔ اسلام ملوکیت کا سب سے بڑا مخالف ہے۔اور اسلیئے اس نے معاشرے کو تباہی سے بچانے کیلئے خلافت کا منصفانہ اور جمہوری راستہ اپنانے کو کہا ہے۔

اتفاق سے ان تمام ممالک میں راقم کو نہ صرف جانے کا بلکہ ان حکومتوں کا اقتدار اور معاشرے کو قریب سے دیکھنے کا بھی وقت ملا ہے۔شام کی ایسی کون سی گلی اور سڑک نہ ہو گی یا ایسا کون سا پتھر نہ ہو گا جس پر حافظ الاسد اور اس کے بیٹوں کی قد آور تصاویر یا حمایتی نعرے درج نہ ہوں۔ خصوصیت کے ساتھ یہ نعرہ ہر جگہ پڑھنے کو ملتا ہے قایدنا الی الابد حافظ الاسد ۔پھر اسد کی موت کے بعد چالیس روزہ ماتمی پروگراموں میں لا الہ الا اللہ حافظ الاسد حبیب اللہ کا محرف کفریہ کلمہ شام کے ٹیلی ویژن سے برابر گونجتا رہا جسے تمام عالمی اسلام اور دیگر دنیا نے دیکھا اور سنا۔اس سے ان کے مسخ عقائد کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

شام میں کوئی بھی شخص حکمرانوں کے خلاف مخالفانہ رائے کا اظہار نہیں کر سکتا۔وہاں ایجنسیوں کا ایک ایسا مربوط نظام ان آمر حکمرانوں نے قائم کیا ہوا ہے کہ گھر میں میاں بیوی اور باپ بیٹوں کے درمیان بھی کوئی نہ کوئی ایجنسی کا اہل کار ادنہ ہو گا۔ ملک کے تمام شہری سہمے ہوئے گھبرائے اور گھٹن کے ماحول میں جی رہے ہیں۔ البتہ دنیائے عرب کے ان تمام آمر حکمرانوں نے اس گھٹن کو کم کرنے کیلئے سرکاری طور پر عیاشی' فحاشی' کھیل تماشوں کے ذریعے رعایا کو "خوش" رکھا ہوا ہے۔عالم عرب اور مسلم معاشرے کے زوال میں بیسویں صدی کے ان حکمرانوں نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ عالم اسلام کو ان نااہل حکمرانوں سے کب نجات ملے گی۔اور کب مسلمانوں کو حقیقی آزادی میسر ہو گی۔

درس ترمذی شریف

افادات : حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

نظامِ اکل وشرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذی کی جامع السنن کی کتاب الاطعمہ کی روشنی میں

باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم

جذامی کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان

حدثنا احمد بن سعید الاشقر و ابراهیم بن یعقوب قال حدثنا یونس بن محمد حدثنا المفضل بن فضالة عن حبیب بن الشهید عن محمد بن المنکدر عن جابر ان رسول الله ﷺ اخذ بید مجذوم فادخله معه فی القصعة ثم قال کل بسم الله ثقة بالله وتو کلا علیه هذا حدیث غریب لانعرفه الامن حدیث یونس بن محمد عن المفضل بن فضالة هذا شیخ بصری والمفضل بن فضالة شیخ اخر مصری اوثق من هذا واشهر و روی شعبة هذا الحدیث عن حبیب بن الشهید عن ابن بریدة ان عمر اخذ بید مجذوم و حدیث شعبة اشبه عندی واصح۔

ترجمہ :- "احمد بن سعید الاشقر اور ابراہیم بن یعقوب فرماتے ہیں کہ ہمیں یوسف بن محمد نے روایت کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مفضل بن فضالہ نے روایت کی ہے اور انہوں نے محمد بن منکدر سے اور انہوں نے جابرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے جذامی کا ہاتھ پکڑ کر پیالے میں داخل کیا اور فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر اور اس پر بھروسہ اور توکل کر کے کھاؤ۔"

یہ حدیث غریب ہے ہم اسکو صرف یونس بن محمد کے طریق سے جانتے ہیں کہ وہ مفضل بن فضالہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس سند میں مفضل بن فضالہ بصری شیخ ہیں جبکہ دوسرا مفضل بن فضالہ مصری شیخ ہیں جو ان سے زیادہ ثقہ اور مشہور ہیں۔ اور شعبہ نے اس روایت کو حبیب بن شہید سے اور انہوں نے ابن بریدہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جذامی کا ہاتھ پکڑا۔ میرے نزدیک شعبہ کی روایت زیادہ اشبہ اور صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر

عسقلانی ؒ نے لکھا ہے ابن بریدۃ کا نام عبداللہ ہے اگرچہ بعض نے اس کا نام سلیمان ذکر کیا ہے مگر یہ ان کا وہم ہے دراصل یہاں ابن بریدۃ سے مراد عبداللہ ابن بریدۃ ہے اور سلیمان اس کا بھائی ہے۔

تشریح :- امراض کی دو قسمیں ہیں

(۱) متعدی امراض جو کہ ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں۔

(۲) غیر متعدی امراض جو ایک سے دوسرے کو نہیں لگتیں۔

ان متعدی امراض میں سے جذام بہت سخت مرض ہے۔ اس مرض میں انسان کے اعضاء گھلنے لگتے ہیں۔

جذام کی ابتداء :

جذام ایک مہلک مرض ہے۔ طب جدید نے اسکی ماہیت اور حقیقت کی معلومات ۱۸۷۳ء میں کی ہے اور اسکے متعدی ہونے کا پتہ اسی سال کے بعد معلوم ہوا ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو سال قبل اس مرض کے متعدی ہونے کا قول فرمایا ہے۔ ان كان شئی من الداء يعدی فهو هذا يعنی جذام (الحديث) اگر کوئی مرض متعدی ہے تو وہ یہ ہے یعنی جذام حتیٰ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ سفر پر جا رہے تھے کہ عسفان کے قریب جذامیوں کی بستی سے گذرے تو آپ ﷺ جلدی جلدی یعنی تیز چلنے لگے اور فرمایا کہ ان كان شئی من الداء يعدی فهو هذا (الحديث) اگر کوئی مرض متعدی ہے تو وہ یہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے اتقوا المجذوم كمايتقی الاسد (الحديث) کہ مجذوم سے اس طرح سے ڈرا کرو جس طرح شیر سے ڈرا جاتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے۔ اتقوا صاحب الجذام كما يتقی السبع اذا هبط واديا فاهبطوا غيره. (الحديث) کہ جذامی سے اس طرح ڈرو جس طرح درندے سے ڈرا جاتا ہے اگر وہ ایک وادی میں اترتا ہے تو تم دوسری وادی میں اترو۔

جذام کی اقسام :

طب جدید کے حوالے سے جذام کی تقریباً پانچ اقسام ہیں مگر عموماً دو قسمیں بتائی جاتی ہیں۔

(۱) سادہ جذام : اس قسم کا مرض کی اکثر آدمی کو ۲۰ سے ۳۵ سال کے دوران لگتا ہے۔

(۲) گلٹیوں والا جذام : اس قسم کے مرض کا شکار ہونے والے مریض کی عمر تقریباً ۱۰ سے ۱۹ سال ہوتی ہے یہ مرض دوسروں کو اکثر ناک کے ذریعہ لگ جاتا ہے اس لئے کہ جب مریض سانس باہر خارج کرتا ہے تو اس کے منہ وناک سے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں جراثیم نکلتے ہیں جو سانس لینے والے کے جسم میں ناک کے ذریعے داخل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جذامی جب ناک صاف کرتا ہے تو اس سے نکلنے والی رطوبت جراثیم سے بھری پڑی ہوتی ہے۔ اور وہ جراثیم کئی دنوں تک زندہ رہتے ہیں۔ تو جو بھی اس جگہ سانس لے گا جراثیم اس

کو لگ جائیں گے۔ ابن السنی اور ابو نعیم اصفہانی نے رسول اللہ ﷺ سے منسوب عبداللہ ابن ابی اوفی کی ایک روایت نقل کی ہے کہ کلم المجذوم و بینك وبینه قدر رمح اور محین (الحدیث) جب تم مجذوم سے بات کرو تو اپنے اور اسکے درمیان ایک دو نیزوں کا فاصلہ رکھو اس لئے کہ عموماً اتنی مقدار کے اندر دوسرے کی سانس آپ تک نہیں پہنچے گی۔ اسکے علاوہ یہ مرض جذامی کے مستعمل سرنج سے بھی لگ جاتا ہے۔ یعنی بدن کے کسی حصے میں داخل ہونے سے لگ جاتا ہے عجیب ہے کہ جذامیوں کی بیویوں کو صرف ۵ فیصد یہ مرض لاحق ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے حضرات جو اسکے ساتھ بستر پر سونے والے ہوں انکو ۳۰ فیصد لاحق ہونے کا پتہ معلوم ہوا ہے۔ جذامی عورت کے شیر خوار بچے کے پیٹ میں ہر دفعہ ہزاروں کی تعداد میں جراثیم داخل ہوتے ہیں مگر بچے پر اثر انداز نہیں ہوتے گویا اس سے معلوم ہوا کہ پیٹ کے ذریعے داخل ہونے والے جراثیم خطرناک نہیں ہوتے۔

جذام کا علاج

ابھی تک ماہرین اس مرض کے علاج پر مستقلاً مطمئن نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اسکے جراثیم پرورش نہیں پا سکتے تاکہ اسکا علاج دریافت کیا جا سکے۔ اس لئے اس مرض سے بچاؤ کے لئے کوئی مستقل ٹیکہ تیار نہیں کیا جا سکا۔ چونکہ یہ مرض تپ دق کے مشابہ ہے اسلئے بعض ماہرین اسکے لئے تپ دق کا ٹیکہ تجویز کرتے ہیں۔ تاکہ جذامیوں کے قریب بسنے والوں کو لگا کر ان کو اس مرض سے بچایا جا سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس مرض سے بچنے کے لئے زیتون کے تیل کو موثر علاج قرار دیا ہے۔ ابو نعیمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ کلو الزیت وادھنوبه فان فیه شفاء من سبعین داء منها الجذام (الحدیث)

ترجمہ : "زیتون کا تیل کھاؤ اور اس سے مالش کرو۔ بیشک اس میں ۷۰ امراض کے لئے شفاء ہے۔ جن میں جذام بھی ہے۔" طب جدید نے یہ انکشاف کیا ہے کہ دق اور جذام کے جراثیم ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو اس کے لئے بھی وہ دواء مفید ہے۔ جو دق کے لئے مفید ہے۔ اور عموماً اس مرض سے بچنے کیلئے ناک کے بال زیادہ موثر ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے نبات الشعر فی الانف امان من الجذام (الحدیث) کہ ناک کے بال جذام سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔

تندرستی کی علامت :

جذامی کو جب نزلہ زکام شروع ہو جائے تو یہ اسکی صحت کی علامت ہے۔ اور اس وقت جو لوگ جذام کے مریض کے قریب رہتے ہوں ان کو کم خطرہ ہوتا ہے۔

مرض اور علاج :

اللہ تعالیٰ نے امراض بھی پیدا کئے ہیں مگر انسان کو اسکا علاج بھی سکھایا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ماخلق الله داء الاخلق له دواء (الحدیث) کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی ایسا مرض پیدا نہیں فرمایا کہ اس کا علاج پیدا نہیں کیا ہو۔

یہ اور بات ہے کہ وہ دوائی کسی کو معلوم ہو اور کسی کو نہیں یا آج اگر پتہ نہیں تو دس سال کے بعد پتہ چل جاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تحقیق اور اجتہاد کی صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ تم تحقیق اور ریسرچ جاری رکھو تو حکماء اور ڈاکٹر حضرات ہر دور کے اندر امراض کے علاج میں شبانہ روز مسلسل لگے رہتے ہیں۔ تاکہ امراض کا علاج کر سکیں۔ بعض امراض کے بارے میں مشہور ہوتا ہے۔ کہ یہ مرض لاعلاج ہے جیسے کینسر ابھی تک کہا جاتا ہے کہ یہ لاعلاج مرض ہے مگر بعض کا کہنا ہے کہ اسکا علاج موجود ہے اس لئے کہ بعض لوگ بیماری کے باوجود زندہ چلتے پھرتے ہیں اور علاج کرنے کے بعد تندرست ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح تو کئی امراض ہیں جو لاعلاج ہیں اور ایک سے دوسرے کو لگنے والے ہیں' چونکہ انسانی اخلاق خراب ہو چکے ہیں معاشرت تباہ ہو چکی ہے۔ جنسی بے راہ روی عام ہے جس کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں ہزاروں خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ ان پر مختلف قسم کے مہلک امراض مسلط ہو رہے ہیں۔ جیسے آج کل ایڈز کا بہت زیادہ شور و غل ہے۔

ایڈز کی تعریف :

یہ ایک ایسی بیماری ہے جو جنسی بے اعتدالی سے لگ جاتی ہے۔ کہ انسان شب روز بد اعمالیوں اور فسق و فجور میں مبتلا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایڈز کی بیماری مسلط کر دی۔ اہل یورپ چونکہ زنا اور لواطت میں لگے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ لاعلاج اور مہلک مرض مسلط فرمایا۔ قوم لوط پر اللہ نے جس طرح عذاب نازل فرمایا تھا اہل یورپ پر بھی یہ ایک عذاب نازل ہو چکا ہے۔ تو انسان ابتداء پریشان رہتا ہے کہ اس مرض کا کوئی علاج نہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ اس مرض کا علاج انسان کو بتا دیتا ہے۔ اور انسان اپنی خداداد صلاحیت سے کام لے کر مرض کا علاج کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کچھ عرصہ پہلے چیچک' ہیضہ' طاعون کی بیماری تھی اور آج کل پولیو' ٹی بی۔ وغیرہ کے امراض ہیں جس کا ابتداء میں علاج نہیں تھا لیکن اب ان کا علاج پیدا ہو چکا ہے۔

متعدی مرض والے کے ساتھ کھانا پینا :

اس باب میں وہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسے بیمار کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں' جس کی بیماری بظاہر متعدی ہو یا یہ مشہور ہو کہ اس قسم کی بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے انتہا

پسندی اور زیادتی سے کام لیا ہے کہ جس شخص کو اس قسم کی کوئی متعدی بیماری ہو تو اسکو انسان ہی نہیں سمجھتے' ہر عمل میں اپنے آپ کو اس سے الگ تھلگ رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ کھانے پینے اور بود وباش اور اٹھنے بیٹھنے کو ایسا تصور کرتے ہیں کہ اسکے ساتھ ٹچ ہو جانے سے مجھے بیماری لگ جائے گی۔ اس حد تک پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ کہ یہ انکا ایمان قطعی بن چکا ہے۔

ان امراض میں صرف ایک جذام نہیں بلکہ ٹی بی' زکام آنکھوں کی بیماری اور دوسرے لاعلاج امراض اس میں شامل ہیں۔ بظاہر لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس قسم کے امراض ایک دوسرے کو لگ جاتے ہیں تو اس شخص کو معاشرے سے باہر بلکہ ہر چیز سے اسکو الگ کرتے ہیں' اس کے ساتھ کتوں جیسا سلوک کرتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ساتھ بات تک کرنا گوارا نہیں کرتے۔ طاعون سے مرنے والے کی لاش کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ اس خوف سے کہ طاعون مجھے لگ جائے گا۔ مگر اسلام اس میں اعتدال پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ نہیں کہ اسلام مکمل اسکی تعدیت سے انکار کرتا ہے اس لئے کہ مشاہدہ ہے کہ بعض امراض ایک دوسرے سے لگ جاتے ہیں مثلاً کسی کو زکام ہو تو جب دوسرا آدمی اسکی کسی چیز کو استعمال کرے یا اسکے قریب ہو جائے تو اسی وقت دوسرے کو بھی زکام لگ جاتا ہے۔ کئی دنوں پہلے آنکھوں کی بیماری عام تھی جب کوئی کسی مریض کو دیکھتا تو اسی وقت اس کو بھی مرض لگ جاتا تھا میں خود ہر ایک کو دیکھتا اور کہتا تھا کہ مجھے نہیں لگتا مگر آخر کار مجھے بھی بیماری لگ گئی۔ تو ان مشاہدات اور بدیہیات سے اسلام انکار نہیں کرتا مگر اس میں اعتدال پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اس قسم کے مریض کو کتے جیسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ بھی اس معاشرے کا ایک فرد ہے۔

اسباب وعلل کی بحث :

یہ ٹھیک ہے کہ ان کے ساتھ قریب ہونا بیماری لگنے کا سبب ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جہاں سبب موجود ہو تو مسبب بھی ہو مثلاً بعض لوگوں کو جوع البقر کی بیماری ہوتی ہے وہ کھاتے جاتے ہیں مگر ان کا پیٹ نہیں بھرتا بعض کو استسقاء کی بیماری ہوتی ہے وہ پانی پیتے جاتے ہیں مگر ان کی پیاس ختم نہیں ہوتی حالانکہ یہاں اسباب یعنی روٹی جو بھوک کو ختم کرنے کا سبب ہے اور پانی جو پیاس ختم کرنے کا سبب ہے موجود ہیں مگر مسبب وجود نہیں پاتا۔ اور نہ یہ موثر حقیقی ہے اسلئے کہ وباء کے امراض کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ یہ بیماری لگ جانے کا ایک سبب ہے' شریعت اسلامی نے اس سے انکار نہیں کیا ہے' جیسا کہ عالم اسباب میں لاکھوں اور کروڑوں اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ تو یہ بھی مرض لگ جانے کا ایک سبب ہے۔ یہاں سے جو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے متعدی مرض والے کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے۔ اور کھانا بھی چاہیے۔ اس لئے کہ احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ لا عدویٰ ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفرِ (الحدیث) کہ بد فالی فقدی ھامہ اور صفر تمام کے

تمام خرافات، وہم پرستی اور توہمات ہیں 'اسلام اسکی نفی کرتا ہے ہلیکن بعض روایات میں بطور احتیاط بچنے کا حکم دیا گیا ہے کہ فرمن المجذوم کما تفر من الاسد (الحدیث) کہ مجذوم سے اسطرح دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو' تو گویا اسلام ان چیزوں میں اعتدال رکھنا چاہتا ہے کہ ایک کسی چیز کا سبب ہوتا ہے اور دوسرا علت اسلام ان چیزوں کے سبب ہونے سے انکار نہیں کرتا کہ یہ امراض ایک سے دوسرے کو نہیں لگتے بلکہ اسکے، علت ہونے سے انکار کرتا ہے اس لئے کہ علت کا اپنے معلول سے تخلف نہیں ہوتا۔ بخلاف سبب کے کہ وہ اپنے سبب سے متخلف ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں ہر شئے کو اسباب کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ مگر اصل موثر حقیقی اور اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا اس چیز کا علت اللہ تعالیٰ ہے ان دونوں کے درجات جدا جدا ہیں تو اب یا مجذوم کے ساتھ کھانا سبب کے درجے میں تو ٹھیک ہے لیکن علت نہیں 'علت حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ ان اسباب کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا ہے جب اللہ بچانا چاہے تو سبب بالکل آلر رہتا ہے۔ آگ جلانے کا سبب ہے اسی سے لوگ جلتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یانار کونی بردا وسلا ما علی ابراہیم ترجمہ :"اے آگ ٹھنڈی ہو جا سلامتی والی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر "کا اعلان کیا تو علت کی وجہ سے آگ نے جلانا چھوڑ دیا آگ سے جلانے کا اثر ختم ہوا ورنہ بدون حکم الٰہی کے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دیتی۔ اسی طرح ہوائیں بقاء انسان کا سبب ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بعض اقوام کی ہلاکت کا سبب بنا دیا اور اسکی وجہ سے وہ لوگ ملیامیٹ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اسباب کو اپنے دست مبارک میں رکھا ہے۔ تو تم بھی یہ کہو کہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سبب کو بے اثر بنا دے گا۔ مجھے بیماری نہیں لگے گی۔ تو پھر انکے ساتھ کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر اعتقاد کمزور ہو اسکو چاہیے کہ بچتا رہے۔ اس لئے کہ اس شخص کا یہ عقیدہ ہو گا کہ یہ بیماری مجھے صرف اسی وجہ سے لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیمار نہیں کیا بلکہ اس مریض کے اختلاط کی وجہ سے بیمار ہوا۔ کمزور اعتقاد والا شخص سبب اور علت میں فرق نہیں کر سکتا۔ وہ سبب کو علت جیسا مانتا ہے تو اس وجہ سے اس کا عقیدہ اور ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر ایمان مضبوط ہو تو بیمار کیساتھ اختلاط کر کے کھا سکتا ہے ورنہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ چونکہ مضبوط ایمان والے تھے اس لئے انہوں نے مجذوم کو زبردستی اٹھایا۔ بہر حال اسباب کا اعتقاد رکھنا صحیح ہے مگر اسکے ساتھ یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ جملہ اسباب اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں۔ وہی ذات اس میں تاثیر ڈالتی ہے اور وہی ذات تاثیر کی نفی کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ توکل کہ کھاؤ اور اللہ پر توکل کرو۔ اس لئے کہ تمام اشیاء کا ظہور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے عمرؓ اس اونٹ کو یہ خارش کس نے لگائی ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ اس کو دوسرے اونٹ سے لگ گئی ہے۔ تو

آپؐ نے فرمایا تو اس اونٹ کو کس نے لگائی تو انہوں نے عرض کیا کہ فلاں اونٹ نے حتی کہ بات سواونٹوں تک پہنچ گئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ من جرب الاول کہ پہلے والے اونٹ کو کس نے لگائی۔ تو ظاہر بات ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ نے لگائی ہے۔ اس لئے کہ وہاں سبب منقطع تھا۔ تو بہر حال اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ البتہ بدون اسباب کے وہ ذات پاک کوئی چیز ظاہر نہیں کرتی لیکن اگر اسباب کو ختم کرنا چاہتے ہیں کر سکتا ہے۔

اکابرین کا ادبی ذوق :

غالباً علامہ سید سلیمان ندویؒ بہت بڑے شاعر، مورخ اور محقق گزرے ہیں، ہمارے اکابر بڑے اعلیٰ درجے کا ادبی ذوق رکھتے تھے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوھیؒ یہ تمام بڑے ادبی لوگ تھے۔ ادبیات چاہے فارسی ہو عربی وار دو وغیرہ زبانوں میں ان کے بڑے بڑے دواوین اور قصائد ہیں، آج تو ہم ان کی کتابوں کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں دیتے، اور ان کمالات کو حاصل نہیں کرتے جبکہ زبان، تحریر و تقریر کی استعداد فرض عین ہے تب تمہاری آواز لوگ تک پہنچے گی اور تب لوگوں کو تلقین کر سکو گے جب مضمون لکھ سکو گے، شاعری کر سکو گے، اور دسروں کے اشعار پر عبور ہو گا صرف خالص خشک مولوی مت ہو کہ صغریٰ اور کبریٰ میں اپنی ساری عمر بسر کرو صرف ھلیہ بسیطہ اور حلیہ فلانیہ کے علاوہ باہر کا کچھ بھی پتہ نہ ہو، بہر حال حضرت سید سلیمان ندویؒ بہت بڑے عالم دین اور سیرت النبی ﷺ کے مصنف ہیں افغانستان میں بھی اس کتاب کا پشتو / فارسی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ گزشتہ کئی صدیوں میں ایسی جامع اور محققانہ کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ سیرت پر آٹھ، نو جلدوں میں یہ کتاب مشتمل ہے تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے ہیں۔ ع

ہیں اسباب دست قدرت میں یوں
قلم دست کاتب میں جیسے رہے

فرماتے ہیں کہ اسباب قدرت کے ہاتھوں میں ایسے ہیں جیسا کہ قلم کاتب کے ہاتھوں میں کیسی عجیب بات کہی ہے دیکھو تم بغیر قلم کے نہیں لکھ سکتے اور نہ قلم خود بخود لکھ سکتا ہے اس غریب کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ فاء کیسے لکھا جاتا ہے اور حاء کس طرح لکھا جاتا ہے۔ تو گویا قلم سبب ہے اس لئے کہ بغیر سبب کے نہیں لکھا جا سکتا تم قلم کو اپنے دماغ سے حرکت دیتے ہو تو قلم سبب ہوا۔ بغیر اسکے خط ظاہر نہیں ہو سکتا۔ قلم تو خشک لکڑی ہے اس میں نہ آواز ہے نہ علم اور نہ فکر ہے اور نہ خود کوئی حرف لکھ سکتا ہے۔ حروف تو کاتب ہی لکھتا ہے مگر قلم کے ذریعہ۔ قلم کے بغیر لکھنا کاتب کے لئے ناممکن ہے۔ کیا عجیب تشبیہ دی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتے ہیں۔ بغیر اسکے حکم کے کوئی بیمار نہیں ہوتا مگر لانے والا کون ہے؟ جس طرح کتابت کے لئے قلم سبب ہے۔ اور اسکی علت کاتب ہے اسی طرح تمام اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے موثر بنایا ہے۔ اس لئے کہ اسباب

ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ جب جذام سبب ہے تو وہ اسکو بالکل اپنے آپ سے دور کریں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس میں احتیاط کریں مثلاً آگ جلانے کا سبب ہے اور دریا ڈوبنے کا سبب ہے مگر ہم دونوں کو استعمال کرتے ہیں آگ سے کھانا پکاتے ہیں اور سردی کے موسم میں گرم ہونے کا کام لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ آگ جلانے کا سبب ہے۔ اسی طرح لوگ دریا میں تیرتے ہیں اور ڈوبتے نہیں جبکہ دریا ڈوبنے کا سبب ہے لیکن جب اس کو احتیاط سے استعمال کیا جاتا ہے تو اپنی تاثیر کو نہیں دکھا سکتا تو اسی طرح جذام اگرچہ مرض کا سبب ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ایسے مریض سے بالکل نفرت کریں بلکہ نفرت کی بجائے احتیاط سے کام لیں۔

احتیاطی تدابیر :

مرض جذام سے بچنے کے لئے مندرجہ ذیل احتیاطی ان تدابیر کو بروئے کار لانا ضروری ہے۔

(۱) جذام کے مریض سے دور رہنا تاکہ اسکی سانس نہ پہنچ سکے۔

(۲) بات کرتے وقت ایک دو نیزے کے برابر فاصلہ پر رہنا۔

(۳) اپنی ناک کے بالوں کو نہ کٹوانا اس لئے کہ یہ بال جذام کے جراثیم کو اندر جانے سے روکتے ہیں۔

(۴) اور اس قسم کے مریض کے مرض سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور پناہ مانگنے کے لئے صبح و شام یہ دعا پڑھنا۔ الهم انى اعوذبك من الغرق و الحرق والبرص والجذام والهدام وسئية الاسقام۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ غرق ہونے سے، آگ میں جلنے سے، برص سے، کوڑھ (جذام) سے عمارت کے نیچے دبنے سے اور تکلیف دہ امراض سے۔

اس دعا کی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے گا وہ اس قسم کے امراض سے محفوظ ہوگا۔

حضرت عمر کا واقعہ شام :

حضرت عمرؓ شام جا رہے تھے کہ اچانک وہاں وبا پھیل گئی، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح فوجی جرنیل تھے۔ حضرت عمرؓ نے واپسی کا حکم دیا کہ اس علاقے میں وبا ہے لہذا وہاں سے مدینہ منورہ واپس ہو جائیں تو حضرت ابو عبیدہؓ نے سوال کیا أفرار من قدرالله ؟ کیا یہ اللہ کی تقدیر سے بھاگنا ہے ؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نفر من قدر الله الى قدر الله کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اسی کی تقدیر کی طرف جا رہے ہیں۔ یعنی تقدیر سے نہیں بھاگتا وہاں بھی تقدیر خداوندی میرے ساتھ ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک ہی جملے میں عجیب جواب دیا گویا کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا۔ یعنی احتیاط کر دو ویسے تو اللہ تعالیٰ وہاں بھی اس وباء کو لا سکتے ہیں۔

اکوڑہ خٹک میں وباء :

حضرت والد صاحب قدس سرہ (مولانا عبدالحقؒ) فرمایا کرتے تھے کہ یہاں اکوڑہ میں ایک دفعہ

طاعون کی وبا پھیل گئی سارے علاقے میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ مر جاتے تھے' مردوں سے انکی اولاد، بیوی اور شوہر دور بھاگتے تھے کوئی ان کے قریب نہیں جاتا تھا' تو ایک آدمی نے کمر باندھ لی اور ہر مردہ کے پاس پہنچ کر اسکی تغسیل' تجہیز و تکفین اور تدفین کرتا تھا لیکن اسکے باوجود وہ ٹھیک ٹھاک چلتا پھرتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو بہت لمبی عمر عطا کی تھی۔ اس آدمی کا اللہ پر یقین تھا کہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں فرماتے ہیں کہ مریض کوئی ایسی مخلوق نہیں کہ ان سے نفرت کر کے دور بھاگا جائے۔

ہندوؤں میں طبقاتی نظام :-

یہ ہندوؤں کا اچھوت مذہب ہے۔ ان بدبختوں نے انسانوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ انکے ہاں طبقاتی نظام رائج ہے۔ ان میں ایک اچھوت ہے یہ لوگ بالکل شودر ہوتے ہیں اور دوسرا برہمن۔ یہ لوگ اپنے آپ کو بہت اونچا تصور کرتے ہیں جیسے ہمارے ہاں خان 'نواب اور سید وغیرہ یہ لوگ دوسروں کو کمینہ تصور کرتے ہیں اور انکو کمین کہتے ہیں تو اچھوت وہ قوم ہے جن کو انسانیت کے درجے سے بھی کم سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر اچھوت قوم میں سے کسی کا ہاتھ کسی چیز کے ساتھ لگ جائے تو برھمن اس کو نہیں کھاتے۔ اگر عام لوگوں کے نلکے سے پانی لیا تو لوگ ان کو مارتے ہیں۔ انکی زبانوں کو کاٹتے ہیں انکو کتوں اور خنزیروں سے کم تر سمجھتے ہیں۔ اور اگر ان لوگوں نے برہمن کی بات سننے کی کوشش کی انکے کانوں میں سیسہ بھر دیتے ہیں۔ ہندوستان میں ان مظلوموں کی بہت بڑی تاریخ ہے ۷۰ '۸۰ فیصد کے اس طبقے کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا کہتے ہیں کہ یہ اچھوت ہیں اور ہم برہمن۔ اسلام نے اس چھوت چھات کو ختم کیا۔ اور مزدور اور مجذوم کو بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس مظلوم طبقہ کی سوائے اسلام کے کسی نے انکی سرپرستی نہیں کی۔ اور حکم دیا ہے انکو اٹھا کر اپنے پاس بٹھاؤ تاکہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ لیکن مسلمان تو اپنے گانے بجانے اور لہو و لعب میں مصروف رہے۔ عیسائی جب ہندوستان آئے تو انہوں نے اس مظلوم طبقے (اچھوت) سے کہا کہ تم تو انسان ہو۔ ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا تو یہ لوگ فوراً عیسائی بن گئے 'اس ملک میں جن کو ہم بھنگی کہتے ہیں یہ وہی اچھوت طبقہ ہے جو ہندو تھا۔ مگر جب عیسائیوں نے اپنے ساتھ ملایا اور انکو انسانیت کا احساس دلایا اور ان سے کہا کہ تم انسان ہو تمہارے ساتھ کھانا پینا سب کچھ صحیح ہے تو سارے کے سارے عیسائی بن گئے۔ ہمارے ملک میں سارے بھنگی عیسائی ہیں۔ انکو مذہب نے عیسائی نہیں بنایا کہ انہوں نے عیسائیت کو جان لیا ہو بلکہ عیسائیوں نے انکے ساتھ خوش اخلاقی کی تو عیسائی بن گئے اور مسلمانوں نے یہ کام نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر عمل چھوڑ دیا اگر ہم آپ ﷺ کے طریقہ کی طرف متوجہ ہوتے تو یہ لوگ عیسائی بننے کی بجائے مسلمان ہوتے۔ خیر وہ تو ہندو تھے آج کل تو خان 'نواب چودھریوں نے آزاد مسلمانوں کو غلام بنا رکھا ہے۔ مزدور کاشتکار ان کے ساتھ چارپائی پر نہیں بیٹھ سکتا اور نہ انکو

موت کے گھاٹ اتارتے ہیں کہ انہوں نے خان اور نواب کی توہین کی ہے۔ اسلام نے اسکو بالکل ختم کر دیا ہے۔

کیا اب بھی مولویوں اور طلباء میں سے کسی نے کسی بھنگی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا ہے بلکہ تم توان سے نفرت کرتے ہو کیا خان ،نواب اور زمیندار نے مزدور کو اپنے ساتھ بیٹھایا ہے بلکہ اس کو حقیر جانتے ہیں آگے آئے گا کہ حره و دخانه یعنی اس کھانے کی گرمی اور دھوئیں سے تم بے غم تھے تواب ان کو زبردستی بٹھاؤ ان کے منہ میں نوالہ دے دو۔

اسلام کا نظام عدل :

سوشلزم کیا چیز ہے وہ تو لعنت ہے اسلام نے سب کو برابر کیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے غریب اور مالدار کے مابین جو بڑا فاصلہ پیدا کیا ہے۔ اسلام نے اسکو ختم کیا ہے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے اخلاق حسنہ :

مولانا عطاالله شاہ بخاریؒ جیل میں تھے جب کھانے کا وقت ہو جاتا تو جو بھنگی وہاں جیل میں کام کرتے تھے ان میں سے کسی ایک کو زبردستی ساتھ بٹھاتے تھے اور وہ انکار کرتے تھے کہ آپ سید ہیں ،سردار ہیں ،ہم آپ کے ساتھ کیسے بیٹھ کر روٹی کھا سکتے ہیں۔ مگر شاہ صاحبؒ انکو زبردستی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے تھے اور وہ شرماتے مگر شاہ صاحبؒ ان کے منہ میں نوالہ ڈالتے تھے جس کی وجہ سے جیل خانے کے کئی عیسائی مسلمان ہو گئے کہ مسلمانوں کے اتنے بڑے عالم دین نے ہماری اتنی قدر کی۔ یہ سارے اعمال رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں واخذ بیده ، تو رسول اللہ ﷺ نے جذامی کا ہاتھ پکڑا ہو سکتا ہے کہ وہ تکلف کرتا ہو گا تو آپ ﷺ نے اس کو ہاتھ سے پکڑا کہ نہیں وہ شرمارہا تھا اور لیت ولعل سے کام لے رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے برتن میں شریک کیا۔ اور فرمایا کہ کھاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا نام لو اسکے دو معانی ہیں۔ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس مجذوم کا نام معیقیث بن ابی فاطمۃ الدوسی تھا۔ ثقة بالله وتو كلاً عليه دونوں ماقبل سے حال ہے اور دوسرا پہلے کی تاکید ہے مگر اس کے حال ہونے کے دو معانی ہیں۔

(۱) حال كونك واثقا ومتو كلا عليه اس حال میں کہ تم وثوق کرنے والے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اس پر یقین اور اعتماد رکھنے والے ہو اور اللہ پر توکل کرنے والے ہو۔ تو گویا یہاں ثقة وتوكلا مصدر کے معنی میں ہیں۔ لیکن یہاں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس مجذوم کو کیا توکل کرنا تھا وہ تو ویسے بھی بیمار تھا تو اسکو وثوق کی کیا ضرورت تھی تو اس کے بارے میں یہ ترجمہ کیسے صحیح ہو گا؟

جواب :- اس کے لئے وثوق کرنا بھی صحیح ہے اس لئے کہ ایک تو اپنے آپ کا غم وفکر کرنا ہے اور دوسرے کا غم وفکر کرنا ہوتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو جملہ کائنات سے زیادہ محبوب تھے تو وہ مجذوم

اگرچہ خود بیمار تھا مگر اس کی یہ فکر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تھی کہ یہ تو متعدی بیماری ہے کہیں آپ کو نہ لگ جائے اور آپ بیمار نہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو بہت محبوب تھے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات معلوم تھی کہ میں انہیں بہت عزیز ہوں' اس لئے ان کو یہ کلمات سکھائے۔ تو ترجمہ یہ ہوا کہ میں اللہ کے ساتھ وثوق اور اس پر توکل کرتا ہوں کہ کہیں یہ مرض آپ کو نہ لگے۔

(۲) حال کو ننا واثقین بالله اس حال میں کہ ہم اللہ پر وثوق رکھنے والے ہوں۔ ایک تیسرا متعلق بھی ہو سکتا ہے کہ ثقۃ اور توکلا دونوں فعل محذوف کے لئے مفعول مطلق بن جائیں تو معنی ہوگا کل معی اثق ثقة بالله و اتوکل توکلاً۔ یہاں ثقہ مصدر یعنی وثوق ہے جیسے عدۃ بمعنی وعد ہے۔

ثقه و توکلا میں فرق

بعض نے کہا ہے کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں مگر بعض نے اس میں فرق کیا ہے کہ اگر تمہارے پاس اسباب موجود ہیں لیکن تمہارا اعتماد اسباب پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر ہے تو اس اعتماد کو توکل کہا جاتا ہے۔ اور اگر آپ کے پاس اسباب نہیں پیسے یا روٹی وغیرہ گھر میں نہیں ہے اور اعتماد اللہ تعالیٰ پر کرتے ہو تو اس اعتماد کو ثقة کہا جاتا ہے۔ یہ کم درجہ کا اعتماد ہے۔ اس لئے کہ جب انسان کے پاس کچھ بھی نہ ہو اس کے گھر میں چوہے نیزہ بازی کرتے ہوں تو وہ مجبوراً اللہ پر اعتماد کرتا ہے۔ لیکن جب گھر غلہ سے لبریز' بینک میں پیسے پڑے ہوں اور پھر بھی اس کو کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مسافر آیا آپ ﷺ نے اسکی اونٹنی کے بارے میں پوچھا کہ سواری کہاں چھوڑ آئے ہو؟ تو اس نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے توکل پر چھوڑی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اعقل و توکل۔ پہلے اسکے پاؤں کو باندھ دو اور پھر اللہ پر توکل کرو۔ تو پہلے کمرے کو تالہ لگاؤ اور پھر اللہ پر توکل کرو۔ اللہ تعالیٰ اس توکل کو پسند نہیں کرتا کہ تم نے کمرے کو یا صندوق کو تالہ نہیں لگایا ہے اور اللہ پر توکل کرتے ہو۔ تو یہ توکل نہیں بلکہ اسباب کو بروئے کار لا کر پھر اللہ پر بھروسہ کرنا توکل ہے اور یہ اعتماد کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔

عن شعبة ان عمر رضی الله عنه اخذ بيد مجذوم الخ شعبۃ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا ہو سکتا ہے کہ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہو تو اسکو عملی جامہ پہنا کر اور دوسروں تک پہنچانے کے لئے ایسا کیا ہو اس لئے کہ صحابہ کرام تو رسول اللہ ﷺ کے ہر ہر عمل کو لوگوں تک اسی کیفیت کے ساتھ پہنچاتے تھے اور یا یہ حدیث تقریری ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایسا عمل کیا ہو اور رسول اللہ نے دیکھ کر انہیں منع نہ کیا ہو۔

بہر حال مجذوم کے ساتھ کھانے میں کوئی قباحت نہیں اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں تاہم کمزور ایمان والے لوگ اس سے اجتناب کریں تاکہ اس عقیدے میں کوئی فرق نہ آئے۔

ڈاکٹر محمد امین*

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور تزکیہ نفس

(آخری قسط)

روح (۳۰)

شاہ صاحب کے نزدیک روح کے دو تصور ہیں یا یوں کہیے کہ روح کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ روح جو بدنی اخلاط سے پیدا ہوتی ہے اور مبداء حیات ہے اسے وہ نسمہ یا روح ہوائی (روحِ حیوانی) کہتے ہیں۔ دوسرے وہ غیر مادی لطیفہ جسے وہ نفس ناطقہ یا روح انسانی یا روح ملکوتی کہتے ہیں۔

نسمہ

سرسری نظر میں روح کی حقیقت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ حیوانات کیلئے وہ ان کی زندگی کا سرچشمہ ہے جب تک کسی حیوان کے اندر روح ہے وہ چلتا پھرتا ہے اور اس سے اختیاری حرکات صادر ہوتی ہیں۔ جب روح اس سے رخصت ہو جاتی ہے تو اسکے تمام حواس اور قویٰ معطل ہو جاتے ہیں اور وہ مردہ کہلاتا ہے۔ در حقیقت جسم میں ایک لطیف بخار ہوتا ہے جو قلب کے اندر خلاصہ اخلاط سے پیدا ہوتا ہے۔ قوائے حس و حرکت اور قوائے تغذیہ و تنمیہ کا وجود اور انکے عمل کا قائم رہنا اس لطیف بخار کے وجود سے وابستہ ہے۔ اسے نسمہ کہتے ہیں۔ یہ وہ روح ہے جس میں طبیب تصرف کر سکتے ہیں کیونکہ یہ بخار لطیف ایک مادی چیز ہے۔ تجربات نے اس چیز کی تصدیق کی ہے کہ اگر کسی مرض یا دوا کے کھانے سے اس بخار کی کیفیت میں فرق آجائے تو اعضاء کے افعال و قویٰ میں بھی اسی نسبت سے تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ روح سارے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے جیسے پھول میں خوشبو یا دہکتے ہوئے کوئلے میں آگ و حرارت۔

روح انسانی

یہ ایک غیر مادی لطیف شے ہے جو نسمہ سے تعلق پیدا کر لیتی ہے۔ بلکہ نسمہ کی حیثیت اس کیلئے سواری کی ہے۔ شاہ صاحب اس امر کے ثبوت کیلئے کہ روحِ حقیقی، بدن اور نسمہ دونوں سے الگ شے ہے یہ دلیل دیتے

---

* سینئر ایڈیٹر اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ہیں کہ وقت کے ساتھ بدن بھی بدل جاتا ہے اور نسمہ بھی۔ بچپن سے بڑھاپے تک انسان کے جسم اور شکل میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں(خلیات بدل جاتے ہیں)انسان کی صفات بھی بدل جاتی ہیں مثلاً پہلا جاہل تھا اب عالم ہو گیا لیکن بدن و اوصاف کی ان تبدیلیوں کے باوجود زید ۷ سال کی عمر میں زید ہوتا اور ۷۰ سال کی عمر میں بھی زید ہی ہوتا ہے۔ جو چیز ان تغیرات کے باوجود زید کو زید ہی رکھتی ہے وہ روح حقیقی ہے جو ایک غیر مادی شے ہے (جسے آج کی اصطلاح میں شخصیت بھی کہا جا سکتا ہے) بدن ،نسمہ اور روح حقیقی میں تعلق یہ ہے کہ بدن نسمہ کی سواری ہے اور نسمہ روح کی یعنی نسمہ بدن میں تصرف کرتا ہے اور روح نسمہ میں۔ بدن خالصتاً مادی شے ہے اور روح خالصتاً غیر مادی اور نسمہ ان دونوں کے بین بین ہے ۔بدن فنا ہو جاتا ہے لیکن نمہ اور روح فنا نہیں ہوتے۔ نسمہ چونکہ انسانی افعال کا نمائندہ اور مظہر ہوتا ہے اس لئے جزاء و سزا اسی پر وارد ہوتے ہیں۔

خیر و شر (ملکیت و بہیمیت) کے لحاظ سے انسانی شخصیت کی اقسام(۳۱)

یہ ایک بڑی دلچسپ اور دقیق بحث ہے جو شاہ صاحب کے ہاں پائی جاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ انسانی اعمال کا منبع نسمہ ہے۔ جو ایک طرف مادہ (بدن) سے وابستہ ہے اور دوسری طرف غیر مادی (روح ملکوتی) سے ۔بدن کی احتیاجات مادی اور جسمانی ہیں اور وہ وہی ہیں جو دیگر حیوانات کی ہیں جن میں عقل کی بجائے نفس اور قلب کا غلبہ ہوتا ہے یعنی بنیادی جبلتوں (جیسے بھوک اور جنس اور جذبات کا مثلاً غصہ اور محبت وغیرہ)دوسری طرف روح حقیقی ہے جو امر ربی ہے اسکے تقاضے جسمانی کی بجائے علوی اور ملکی ہیں۔ جن میں نفس اور قلب کی بجائے عقل کا غلبہ ہوتا ہے ۔نسمہ میں اول الذکر رجحان کو وہ بہیمیت (حیوانوں کی خصوصیات)اور دوسری کو ملکیت (فرشتوں جیسی خصوصیات) کہتے ہیں (عام زبان میں ہم خیر و شر کہہ سکتے ہیں۔) بہیمیت اور ملکیت یا دوسرے لفظوں میں خیر و شر کی کیفیت (شدت میں کمی بیشی)اور کمیت (مقدار کے لحاظ سے کمی بیشی) کے لحاظ سے شاہ صاحب نے انسانوں کی آٹھ اقسام کی ہیں۔ پھر اس کمی بیشی سے انکے اعمال و اخلاق میں جو تفاوت ہوتا ہے اسے ظاہر کیا ہے۔ آیئے اس بحث کو ذرا تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کریں۔

قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ

انسان میں دو طرح کی قوتیں یا استعدادیں موجود ہیں ایک قوت ملکیہ اور دوسری بہیمیہ ۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان میں موجود نسمہ روح ہوائی سے عبارت ہے یہ روح ہوائی (Pseudo Soul) جسم میں طبعی عناصر کے عمل اور رد عمل سے پیدا ہوتی ہے ان سے بالاتر نفس ناطقہ جب نمہ پر تصرف کر رہا ہوتا ہے تو یہ دو رجحان رکھتا ہے ۔ایک رجحان انسان کو بھوک، پیاس، شہوت، غضب، حسد، خوشی لے جبلی تقاضوں کی طرف مائل کر دیتا ہے لہ انسان ،انسان نہیں رہتا بلکہ حیوان بن جاتا ہے۔ نفس ناطقہ کا دوسرا رجحان انسان کو فرشتوں کی

صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔ اس حالت میں وہ حیوانی تقاضوں سے رہائی حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مادی کائنات سے ماوراء عالم تجرد سے اس پر انکشافات و سرور کا نزول ہوتا ہے۔ اس مقام پر الہامات کا فیضان ہوتا ہے۔ اگر یہ الہامات حقائق قدرت کے انکشافات سے متعلق ہوں تو ان سے دنیا میں علوم طبعیہ کی بنا پڑتی ہے۔ اگر یہ الہام کسی نئے نظام کو شروع کرنے اور اس کو رواج دینے سے متعلق ہوں تو وہ شخص جسے یہ الہامات ہوتے ہیں ان کاموں کو اسی طرح کرتا ہے گویا کہ وہ ان کیلئے اوپر سے مامور ہے اور خود اس کو ان کاموں کی خواہش نہیں۔

نفس ناطقہ کے نسمہ پر تصرف سے دو رحجان پیدا ہوتے ہیں۔ علوی اور سفلی، جب انسان پر سفلی رحجانات کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ سر تاپا حیوانیت اور بہیمیت کا پیکر بن جاتا ہے اور اس میں علویت اور ملکیت کا اثر باقی نہیں رہتا۔ علوی رحجان کے غلبہ پانے کی صورت میں انسان بالکل فرشتہ بن جاتا ہے اور اس میں بہیمیت سرے سے غائب ہو جاتی ہے انسان کی یہی طبعی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اسے چند باتوں کے کرنے اور چند باتوں کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسے اس معاملے میں چوپایوں اور فرشتوں کی طرح آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ چوپائیوں میں اگر بہیمیت ہے تو سراسر بہیمیت ہی بہیمیت ہے اور وہ طبعی طور پر اس خاص بہیمیت کے تقاضے پورے کرنے پر مجبور ہیں۔ اسی طرح فرشتے ملکیت ہی ملکیت ہیں اور ان میں بہیمیت کا شائبہ تک نہیں۔ لیکن ان دونوں کے برعکس انسان کا معاملہ ہے کہ وہ بیک وقت فرشتہ بھی ہے اور حیوان بھی۔ اس میں ملکیت کے رحجانات بھی ہیں اور حیوانات کے تقاضے بھی۔

قوت ملکہ اور بہیمیہ میں کمی بیشی

ملکیت اور بہیمیت کی دونوں قوتیں تمام انسانوں میں پائی جاتی ہیں لیکن کسی انسان میں بہیمیت کی قوت زیادہ ہوتی ہے اور ملکیت نصبتاً کم اور کسی میں اس کے برعکس بہیمیت کم پائی جاتی ہے اور ملکیت نصبتاً زیادہ۔ پھر قوت ملکیت کے بے شمار مدارج ہیں اس طرح بہیمیت کے لاتعداد درجات ہیں۔ بہیمیت اور ملکیت کا کہیں زیادہ اور کہیں کم پایا جانا اور کسی فرد میں ان کا ایک درجے میں اور کسی میں دوسرے درجے میں موجود ہونا یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے ایک انسان میں ایک استعداد ہوتی ہے اور دوسرے میں بالکل دوسری۔ چنانچہ اسی طرح بنی نوع انسان میں الگ الگ استعدادیں پیدا ہوتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ملائکہ کی دو قسمیں ہیں۔ ملاء اعلیٰ کے ملائکہ اور ملاء اسفل کے ملائکہ اول الذکر اسماء الٰہی کے علوم میں رنگے ہوتے ہیں یہ ملاکہ نظام الٰہی، اصول و کلیات اور اس کی حکمت کا علم رکھتے ہیں۔ ملاء اسفل کے ملائکہ کا کام یہ ہے کہ جو احکام ان پر اوپر سے وارد ہوں انہیں بجالائیں۔ اور الہام و احاطہ کے ذریعے دنیا کے معاملات میں تصرف کریں۔ ان ملائکہ کو احکام کی اصل

مصلحت کا علم نہیں ہوتا ان میں ہر فرشتہ صرف اسی واقعہ کا ادراک کر سکتا ہے جو اس کی فطرت سے مناسبت رکھتا ہو۔

ملائکہ کی طرح بہائم کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کی قوت بہیمیت شدید ہوتی ہے دوسرے وہ جن کی بہیمیت ضعیف ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک نر کو لیجئے وہ صحیح مزاج لے پر پیدا ہوا، پھر اسے مناسب غذا ملتی رہی اسے کوئی ایسا عارضہ بھی لاحق نہ ہوا جس سے اس کے قویٰ میں خلل آتا۔ یہ نر جب اپنی بلوغت کو پہنچے گا تو ظاہر ہے کہ وہ عظیم الجثہ، بلند آواز اور قوی تر ہوگا۔ اپنے عزم وارادہ میں بڑا باہمت اور غصے میں بڑا سخت ہوگا اسے کبھی یہ گوارا نہ ہوگا کہ کوئی دوسرا اس پر غالب آجائے۔ لیکن اگر یہ نر پیدائشی طور پر کمزور اور ناتواں ہو، اسے بعد میں مناسب تربیت بھی نہ ملے اور انہی حالات میں جوان ہو تو لازمی طور پر یہ نر اپنی جسمانی بناوٹ میں نیز اپنی عادات واخلاق میں پہلے نر سے بالکل مختلف ہوگا۔

اس مثال سے صاف ظاہر ہے کہ قوت بہیمیہ جب اپنے عروج کو پہنچتی ہے تو اسکے دو مظہر ہوتے ہیں ایک مظہر تو شدت عزم ہے دوسرا مظہر خلق یعنی شکل وبناوٹ اور خلق یعنی عادات واخلاق میں اس کا کامل ہونا بہیمیت کے پہلے مظہر کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بہیمیت روح کے چہرے کیلئے اس طرح کا حجاب بن جاتی ہے کہ روح اس کے اندر چھپ جاتی ہے لیکن وہ بہیمیت میں یکسر فنا نہیں ہوتی۔ جب بہیمت کا غلبہ کم ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے شدت عزم میں تبدیلی آجاتی ہے تو روح کو بھی بقا نصیب ہوتی ہے۔ بہیمت کے دوسرے مظہر کا اثر یہ ہے کہ بہیمت اخلاق وعادات کی تکمیل میں صرف ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے نفس بغیر کسی شدت اور تندی کے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اولاً بہیمت کی دو قسمیں ہوئیں ایک شدید اور دوسرے ضعیف۔ جب بہیمت کمال پر ہوتی ہے تو اس سے دو اثرات مرتب ہوتے ہیں ایک عزم وارادہ میں پختگی اور دوسرا جسمانی بناوٹ اور اخلاق و عادات کی تکمیل۔

انسانی شخصیت پر اس کی بیشی کے اثرات (۳۲)

ملکی اور بہیمی قوت شدید یا ضعیف ہونے کے انسان پر شدید اثرات پڑتے ہیں۔ جس شخص میں قوت بہیمی بہت شدید ہو اسے سخت ریاضتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ شدید بہیمت والا سے جو بھی آثار واعمال ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اندر بڑی قوت رکھتے ہیں۔ اس شخص کی قوت ارتکاز انتہائی طور پر مؤثر تاثیر ہوتی ہے۔ جس شخص کی قوت بہیمی ضغیف ہو اسے سخت ریاضتوں کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ریاضتیں اس کیلئے باعث تشویش بنتی ہیں۔ اس شخص کو کثرت سے اور بہت عرصے تک ذکر کرنا چاہیے اس پر کمال کا دروازہ اسی طرح ہی کھل سکتا ہے۔ ضعیف بہیمت والے سے جو کرامات ظاہر ہوتی ہیں وہ اتنی کم اہمیت رکھتی ہیں کہ ان کا ہونا اور نہ ہونا

برابر ہے اور قوت ارتکاز عارضی اور معمولی نوعیت کی ہوتی ہے۔

جس شخص کی ملکی قوت شدید ہو وہ بڑے بڑے کمالات مثلاً نبوت، فنا و بقا اور اسی طرح کے دوسرے بلند مرتبہ احوال و مقامات کا اہل ہوتا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مادی کائنات سے ماورا عالم تجرد کے حالات کی خبر دیتا ہے۔ جس شخص میں ملکی قوت ضعیف ہو اس کی تمام تر کوششوں کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے دلوں کی باتیں معلوم کر سکتا ہے وہ اپنے سامنے ملکی انوار کو درخشاں دیکھتا ہے۔

قوت ملکیہ اور بہیمیہ میں توافق وعدم توافق

اس وضاحت کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر انسان میں ملکیت اور بہیمیت کی دو قوتیں موجود ہیں یہ دونوں قوتیں جب ایک فرد میں جمع ہوتی ہیں تو لازمی طور پر اس سے دو صورتیں پیدا ہوں گی۔ ایک صورت یہ کہ ملکیت اور بہیمیت میں باہمی نزاع کی کیفیت رہے گی۔ اس کیفیت کو "تجاذب" کہتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ملکیت اور بہیمیت میں باہمی طور پر ہم آہنگی اور عدم نزاع کی کیفیت ہو۔ اس حالت کو "اصطلاح" کہا جاتا ہے۔ تجاذب کے معنی یہ ہیں کہ بہیمی قوت اپنے مخصوص تقاضوں کا اظہار کرے، ملکیت اپنے فطری رجحانات کی طرف مائل ہو اور دونوں امتزاج اور ہم آہنگی سے عاری ہوں۔ تجاذب کی حالت میں اگر قوت بہیمیہ کا غلبہ ہو تا ہے تو انسان دنیاوی لذات میں منہمک ہونا چاہتا ہے۔ اس صورت میں اسکا ملکیت کی طرف مطلقاً کوئی میلان نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اگر تجاذب کی حالت میں ملکیت غالب ہو تو انسان بہیمیت کے تمام رجحانات و اعمال سے یکسر کنارہ کش ہو کر عالم جبروت کے رنگ میں رنگا جانا چاہتا ہے۔

"اصطلاح" سے مراد یہ ہے کہ قوت ملکیہ اپنے طبعی تقاضوں اور اس قوت کے درجہ کمال سے قدرے نیچے اترے۔ قوت بہیمیہ اپنی سفلی اور نامناسب خواہشات کو دبا کر ملکیت کی طرف ترقی کرے۔ یہ دونوں ایسے مقام پر باہم ملیں جس سے بہیمیت کو بھی مناسبت ہو اور جس کا ملکیت سے بھی تعلق ہو۔ اس ضمن میں بدنی عبادتیں، دعا و مناجات، عفت نفس، سخاوت، صحت مندبین المشخص تعلقات، دوسروں کے حقوق پورے کرنا، سچے خواب دیکھنا، فہم و استدلال اور اسطرح کے دوسرے اعمال و احوال مفید ہوتے ہیں۔

انسانی شخصیت پر اس توافق وعدم توافق کے اثرات

جو فرد اہل اصطلاح میں سے ہوگا اس کی طبیعت کا عام انداز یہ ہے کہ اعضاء و جوارح کے اعمال اور دل دماغ کے احوال میں بے حد مودب ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر حق شناسی کا جوہر رکھتا ہے نیز وہ دین اور دنیاوی دونوں کے معاملات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور عام طور پر ایسے لوگوں میں قلق و اضطراب کی کیفیت نہیں ہوتی۔ دنیا میں شریعت اور احکام خداوندی کے سب سے زیادہ مطیع اہل اصطلاح ہوتے ہیں۔ ان میں سے جن

لوگوں میں ملکی قوت شدید ہوتی ہے وہ خدا کی مقرر کردہ حدود اور اس کی حکمتوں کو جاننے والے ہوتے ہیں۔ لیکن اہل اصطلاح میں جن کی ملکی قوت ضعیف ہو وہ محض ظاہری اعمال کو بجالانے والے لوگ ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں بالواسطہ وہ شرعی احکام کی روح سے بھی لذت یاب ہوتے ہیں۔

اہل اصطلاح میں سے لوگ جن کی ملکی قوت شدید ہو وہ انبیاء کرام کے علوم حاصل کرنے کی استعداد رکھتے ہیں مثلاً ملاء علی کے فرشتوں کو دیکھتے ہیں۔ عبادات کے اسرار، سیاست کے رموز، گھر بار اور شہروں کے نظم و نسق کے اصولوں اور اخلاق و آداب کے اساسی مقاصد سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ حیات بعد الموت کا علم بھی رکھتے ہیں لیکن اگر ان کی ملکی قوت شدید نہ ہو تو خواہ وہ کتنی ریاضتیں کریں ان کو کرامات اور خوارق میں سے کوئی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی، مگر اس میں شک نہیں کہ عبادات کے ضمن میں انہیں دعاو مناجات کی لذت ضرور محسوس ہوتی ہے۔ اس طبیعت کے لوگ احکام شریعت کے پابند ہوتے ہیں اور ان احکام کو بجالانے سے انہیں اطمینان اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔

اہل تجاذب اگر بہیمیت کے بندھنوں کو توڑنے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کیساتھ انکی ملکی قوت بھی شدید ہو تو انکی ذات خدا کے اسماء و صفات اور فنا و بقا کے مقامات کی معرفت حاصل کرتی ہے۔ لیکن اگر ان میں ملکی قوت ضعیف ہو تو وہ شریعت میں سوائے ریاضتوں اور وظائف کے جن کا مقصود محض طبیعت کے بہیمی زور کو توڑنا ہوتا ہے اور کچھ نہیں جانتے۔ اس قسم کے افراد کے لئے انتہا درجے کی مسرت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے دلوں کی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ قبولیت دعا، ارتکاز نفسی اور اسی طرح کے دوسرے کمالات بھی ان کو حاصل ہوتے ہیں۔

جو شخص اہل تجاذب میں سے ہوتا ہے اسے معاملات دنیا سے کنارہ کشی کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اسکی اہم خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ مادی دنیا سے تجرد اختیار کرے۔ ایسے فرد کی طبیعت کا قدرتی میلان اس عالم چہار سو سے الگ ہونے اور اس سے نجات پانے کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص ایسے پرندے کی مانند ہے جسے قفس میں بند کر دیا گیا ہو۔ اہل تجاذب میں جس کی قوت بہیمی ضعیف ہو اگر وہ کسی چیز کی طرف میلان رکھتا ہے تو یہ میلان بھی شدت سے عاری ہوتا ہے۔ جس کی قوت بہیمی شدید ہوتی ہے اس کی طبیعت میں بے چینی اور اضطراب غالب ہوتا ہے۔ اہل تجاذب میں سے اگر کسی شخص میں بہیمی قوت انتہائی شدید ہو تو وہ اعلیٰ امور پر اپنی نگاہ رکھتا ہے۔

مختصر یہ کہ دنیا میں بہترین لوگ وہ ہیں جن میں ملکی قوت شدید ہوتی ہے اب اگر یہ شدید ملکی قوت والے اہل اصطلاح میں سے ہوں تو یہ قوموں کی قیادت اور امامت کے اہل ہوتے ہیں۔ اگر یہ اہل تجاذب میں سے ہو نگے تو علم الٰہیات کی شرح و ترجمانی میں بڑی فصاحت کے حامل ہونگے۔ وہ لوگ جن کی بہیمی قوت شدید ہوتی ہے

وہ لوگوں کے رہنما بنتے ہیں اور لوگ بھی ان کے معتقد ہوتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی قوت بہیمیت ضعیف ہوتی ہے وہ گمنام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شدید ملکی قوت والے انسان بہت کم پیدا ہوتے ہیں البتہ جن کی ملکی قوت ضعیف ہوتی ہے وہ دینا میں بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح شدید بہیمت والے افراد بھی بہت کم تعداد میں ہوتے ہیں اور جن کی بہیمی قوت ضعیف ہوتی ہے وہ بڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔

وہ لوگ جو شدید ملکی اور بہیمی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں انکی مثال اس آئینے کی سی ہے جو سخت تو ہوتا ہے لیکن انعکاسی صفت کا حامل ہوتا ہے۔ جنکی ملکی قوت مضبوط اور بہیمی قوت ضعیف ہوتی ہے انکی مثال روئی کے اس گالے کی سی ہوتی ہے جسکو پانی میں بھگویا گیا ہو اور جس سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں۔

باقی وہ لوگ ہیں جن میں ملکی قوت ضعیف اور بہیمی قوت شدید ہوتی ہے ان کی مثال اس آئینے کی سی ہے جو اندرونی طور پر زنگ آلود ہے اگر اسے صیقل کیا جائے تو تھوڑا تھوڑا چمکتا ہے لیکن کسی طرح بھی صورت کو منعکس کرنے کے قابل نہیں ہوتا، لیکن اگر ان میں بہیمی قوت بھی کمزور ہے تو ان کی مثال اس بچے کی سی ہوگی جو بہترین تعلیم کے باوجود کسی چیز کو یاد کرنے اور اس کا احاطہ کرنے کے قابل نہیں۔ چنانچہ ایسے بچے کو اشیاء اور ان کی صورتوں کو اپنی قوت متخیلہ میں جاگزیں کرنے کے لئے ایک مدت درکار ہوتی ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کی ملکی قوت ضعیف ہوتی ہے وہ عالم تجرد کی کسی شکل و صورت کو دیکھنے کے قابل نہیں ہوتے۔

انسانی شخصیت کی اقسام

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہے کہ ہر انسان میں قوت ملکیہ اور بہیمیہ کے ہونے اور بتفاوت شدید یا ضعیف ہونے اور پھر ان میں باہم توافق ہونے یا نہ ہونے کے سبب کئی طرح کی انسانی شخصیات ہو سکتی ہیں۔ تاہم ان کی آٹھ حتمی اقسام کی بنیاد پر تو کئی فیصلے کئے جاسکتے ہیں:

توافق (اصطلاح کی حالت)	عمومی رویے
۱۔ ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں شدید	یہ لوگ اعلی درجے کے خدا پرست، بہادر اور شجاع ہوتے ہیں
۲۔ ملکی قوت شدید، بہیمی قوت ضعیف	یہ بھی اعلی درجے کے خدا پرست ہوتے ہیں۔ لیکن بہادری اور شجاعت کے کاموں میں حصہ نہیں لے سکتے۔ البتہ علم اور تزکیے میں کامل ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی علم اور تزکیہ سے نوازتے ہیں۔
۳۔ ملکی قوت ضعیف، بہیمی قوت شدید	یہ درمیانے درجے کے خدا پرست ہوتے ہیں۔ لیکن بہادر اور

	شجاع ہوتے ہیں۔ انکی اکثریت مجاہدین اور نمازیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔
۴۔ ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں ضعیف	ایسے لوگ فرائض دینیہ تو ادا کرتے ہیں لیکن بہادری اور شجاعت کے کاموں میں حصہ نہیں لے سکتے۔

عدم توافق (تجاذب) کی حالت	عمومی رویے
۵۔ ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں شدید	ایسا شخص حساس طبیعت رکھتا ہے۔ اس پر اللہ کی محبت غالب ہوتی ہے اور کسی اچانک واقع سے اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہو جاتا ہے جسے لوگ خارقِ عادت سمجھتے ہیں۔
۶۔ ملکی قوت شدید، بہیمی قوت ضعیف	ایسا شخص سلیم الفطرت ہوتا ہے گویا کہ مادر زاد ولی ہو۔ اس پر اچانک تبدیلی نہیں آتی بلکہ وہ بتدریج کمال کی طرف بڑھتا ہے۔
۷۔ ملکی قوت ضعیف، بہیمی قوت شدید	ایسا شخص غیرت و حمیت اور دوسرے معاملات میں غیر معمولی جرات کا مظاہرہ کرتا ہے۔
۸۔ ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں ضعیف	ایسا شخص اگر اپنی استعداد کے مطابق کمال حاصل کر لے تو ترک دنیا پر مائل ہوگا۔ لیکن حالات اور ماحول سازگار نہ ہونے کی صورت میں کمزوری اور ناتوانی کی بنا پر چیزوں سے دست بردار ہو جائے۔

شاہ صاحب نے تجاذب اور اصطلاح کی بنیاد پر یہ جو شخصیت کی آٹھ اقسام بیان کی ہیں انکے بے شمار فائدے ہیں:

۱۔ شاہ صاحب نے شخصیت کی ان اقسام کے بعد انکے رویوں اور سلوک کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اسمیں زیادہ تر انکے پیش نظر دینی زندگی خصوصاً مرشد و مسترشد کے احوال ہیں۔ تاہم اسی سوچ کو اگر آگے بڑھایا جائے تو ان خصائص کا اطلاق دنیوی زندگی کے عمومی رویوں پر بھی کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بعض دینی رہنما اور صوفیاء کیوں مشہور ہوتے ہیں۔ اور ان سے لوگوں کو بہت فیض پہنچتا ہے اور اس کے برعکس بعض گمنام کیوں ہوتے ہیں۔

۳۔ اگر یہ تفصیلات ذہن میں ہوں تو ایک ذہین آدمی خود اپنی شخصیت کے ٹائپ کو سمجھ سکتا ہے اور اس کی بنیاد پر اپنے رویے، طرز عمل اور استعدادوں کا نہ صرف صحیح تجزیہ کر سکتا ہے بلکہ اس بنیاد پر اپنی اصلاح بھی کر سکتا ہے۔ اپنے لئے موزوں مرشد بھی ڈھونڈ سکتا ہے اور مستقبل کیلئے موزوں لائحہ عمل بھی تجویز کر سکتا ہے۔

۴۔ اگر کوئی صوفی ر مرشد ر ماہر نفس شخصیات کی ان اقسام کو سمجھ لے تو اسے اپنے مسترشدین، موکلین کی

رہنمائی کرنے میں انتہائی سہولت ہو جائے گی۔ وہ سب کو ایک لاٹھی سے نہیں ہانکے گا بلکہ ہر شخص کی استعدادات کو سمجھ کر انفرادی انداز میں ان کی رہنمائی کریگا۔ کیونکہ اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ہر آدمی منفرد صلاحیتیں اور شخصیت رکھتا ہے اور یہ کہ اصلاح کے عمل کو بالکل Generalize نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ اسکی بنیاد پر بڑی حد تک کسی شخص کے متوقع رد عمل کی پیشن گوئی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ کسی کے کردار اور رویے کو دیکھ کر اگر یہ طے کر لیا جائے کہ وہ اہل تجاذب میں سے ہے یا اہل اصطلاح میں سے اور اس میں ملکیت اور بہیمیت شدید ہے یا ضعیف تو پھر مخصوص حالات میں اسکے رد عمل کا اندازہ کرنا مشکل نہیں رہتا۔

انسانی اعمال کی اساس۔ خیالات (۳۴)

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ انسانی اعمال کی بنیاد اور ان کے وجود میں آنے کا حقیقی محرک اس کے خیالات ہوتے ہیں جنہیں وہ خواطر کہتے ہیں۔ یہ خواطر کیونکر پیدا ہوتے ہیں؟ اس بارے میں شاہ صاحب نے پانچ اسباب کا ذکر کیا ہے۔

اولاً: انسانی جبلت اور فطرت جو جیسی بھی اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اور جس میں کوئی بنیادی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ دوم: انسان کا مزاج طبعی جس میں ماحول کی وجہ سے تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔ نوجوانوں اور بوڑھوں کے اخلاق میں، گوشت خور اور سبزی خور قوموں کے رویوں میں اور سرد اور گرم ملکوں کے لوگوں کی عادات میں فرق ہوتا ہے۔ وہ اس کا ایک پرتو ہے۔ سوم: عادات و مالوفات یعنی جو عمل کوئی شخص کثرت کے ساتھ بار بار کرتا ہے تو اس سے اسکے اندر ایک ملکہ راسخہ پیدا ہوتا ہے۔ جو اس عمل کے مناسب حال ہوتا ہے چنانچہ اسکے خیالات اور خواطر کا بھی ادھر ہی میلان رہتا ہے۔ چہارم: القاء رحمانی یعنی نفس ناطقہ جب بہیمیت سے آزاد ہوتا ہے تو وہ اپنی استعداد کے مطابق ملاء اعلیٰ سے کوئی ہیئت نورانیہ اخذ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جس سے کسی علم کے کرنے کا عزم مصمم اس سے ظہور میں آتا ہے۔ پنجم: القاء شیطانی یعنی بعض نفوس شیاطین کا اثر قبول کر لیتے ہیں اور انکے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ ان آخری دو نکات کو آج کی زبان میں یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ملائکہ جو خیر و نیکی اور اللہ کی اطاعت کا مظہر ہیں اور شیاطین جو شر و بدی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مظہر ہیں گویا ان دونوں فریقوں کے پاس اپنا اپنا براڈ کاسٹنگ سٹیشن ہے جس سے اول الذکر نیکی کی اور ثانی الذکر بدی کی لہریں جاری کر رہا ہے۔ اب جو نفوس ملکی رجحان رکھتے ہیں وہ نیکی کی لہروں کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ اور جو نفوس بدی اور شر کا رجحان رکھتے ہیں وہ بدی کی لہروں کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ پھر جس طرح کے خیالات ہوتے ہیں اسی طرح کے ارادے بنتے ہیں اور جس طرح کے ارادے ہوتے ہیں اسی طرح کے اعمال وجود میں آتے ہیں۔

تکرار اعمال کے اثرات (۳۵)

''انسان جب ایک کام کو بار بار کرتا ہے تو وہ نفس کی عادت بن جاتی ہے پھر وہ اسے آسانی سے کر سکتا ہے اب اسے ان کاموں کے کرنے میں کسی سوچ بچار اور محنت اور تکلف کی ضرورت نہیں رہتی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان کا نفس ان کاموں کا اثر لے لیتا ہے اور ان کا رنگ قبول کر لیتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان بہت سے کاموں کے مجموعے سے جو اثر لیتا ہے اس (اثر) میں ان میں سے ایک ایک جنس کے ایک ایک کام کا اثر موجود ہوتا ہے چاہے ایک حرکت کا اثر کتنا بھی باریک یا ہلکا کیوں نہ ہو اور ظاہر میں نظر نہ آتا ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب ایک دفعہ ایک کام کر رہا ہے تو اسکے ذہن میں اس کام کے نتیجے کے طور پر ایک نقطہ سا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ نقطہ بہت ہی باریک ہوتا ہے اور نظر نہیں آتا لیکن جب انسان وہی کام بار بار کرتا ہے تو نقطہ اتنا گہرا ہو جاتا ہے کہ آگے چل کر انسان کے لئے اس کام کا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ زمین پر بیل گاڑی کے گزرنے سے ایک نشان پڑ جاتا ہے جب گاڑی بار بار اس راہ سے گزرتی ہے تو گہرا راستہ بن جاتا ہے اس کے بعد ان لکیروں پر چلنا اس گاڑی کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔''

اعمال، نفسی حالتوں کے مظاہر ہیں (۳۶)

عام لوگ جب کبھی روحانی کیفیت کو بیان کرنا چاہتے ہیں تو وہ اسکے اظہار کیلئے اس عمل ہی کا ذکر کرتے ہیں جس کا تعلق اس نفسی کیفیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ عمل اور نفسی حالت کا تعلق اتنا گہرا ہے کہ ساری نوع انسانی اسے محسوس کرتی ہے۔ چنانچہ دنیا کے ہر خطے میں اور ہر ایک قوم میں نفسی کیفیتوں کو عملوں ہی کے ذریعے سے ظاہر کیا جاتا ہے اور دونوں کو ایک ہی بتایا جاتا ہے۔ اس میں انسانیت کا کوئی طبقہ ایک دوسرے سے اختلاف نہیں رکھتا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ چیز نوع انسانی کا فطری خاصہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسانی خیال ایک کام کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور انسان کی روحانی قوتیں اس خیال کے پیچھے چلنے لگتی ہیں تو وہ خیال خوشی محسوس کرتا ہے اور پھیل جاتا ہے۔ اور اگر روحانی قوتیں رک جائیں اور اس خیال سے مل کر کام نہ کریں تو وہ خیال کمزور ہو جاتا ہے گویا انسان کی روحانی کیفیت کی مدد سے انسان کا عملی ارادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد انسان جب وہ کام کر لیتا ہے تو اس خیال کا منبع (خواہ وہ ملکیت ہو یا بہیمیت) زیادہ قوت حاصل کر لیتا ہے اور اس منبع کا مخالف منبع کمزور ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر اس کام کے کرنے سے ملکیت کو قوت پہنچتی ہے تو بہیمیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان کے نفس میں تمنا اور خواہش پیدا ہوتی ہے پھر اس کے اعضاء اسے عمل میں لا کر اس کی تصدیق کر دیتے ہیں یا اسے عمل میں نہ لا کر اسے جھٹلا دیتے ہیں۔

اخلاق، اعمال ہی کا پرتو ہیں (۳۷)

ہم عام بول چال میں انسان کے اخلاق کے ظاہر کرنے کیلئے اسکے چند کاموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اخلاق کو ان کاموں سے ظاہر کرتے ہیں۔ اس طرح وہ عمل اور کام اس خاص خلق کے پہنچانے اور ظاہر کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص کسی انسان کی نسبت یہ کہنا چاہیے کہ وہ بہادر ہے تو وہ بہادری کو یوں ظاہر کریگا کہ وہ فلاں شخص سختیاں سہہ لیتا ہے، اگر کسی کی سخاوت اور دریادلی ظاہر کرنی ہو تو کہا جائے گا کہ وہ یوں روپیہ خرچ کرتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص اپنے اندر کوئی ایسا خلق پیدا کرنا چاہے جو پہلے سے اس کے اندر نہیں ہے تو اس کے لئے یہی راستہ ہے کہ وہ ایسے کام کرے جو وہ خلق ظاہر کرتا ہے اور وہ خاص کام توجہ اور کوشش کے ساتھ کرے جو اس خلق کے متعلق ہیں اور ویسے کام کرنے والے بڑے بڑے لوگوں کے کاموں کو یاد کرے۔ پھر علم ہی ایسی چیز ہے جس کے کرنے کے وقت مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ یہی نظر آنے والی باتیں ہیں انہی پر غور ہو سکتا ہے، انہی کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جنہیں انسان اپنے اختیار اور ارادے سے کرتا ہے۔ اس لئے یہی ایک چیز ہے جس پر قانون کا نفاذ ہو سکتا ہے خواہ وہ قانون انعام دینے کے متعلق ہو یا سزا دینے کے متعلق ہو۔

تصور سعادت (۳۸)

سعادت (Happiness) انسان کے نفسی قویٰ کے ہم آہنگ تفاعل سے وابستہ ہے تفاعل کی یہ صورت ایک مثالی حالت ہے جو تکمیل کی جانب لے جاسکتی ہے۔ شاہ ولی اللہ محرکات کی اہمیت پر زور دیتے ہیں ان کے خیال میں خارجی کردار کے مثبت یا منفی ہونے کا تعین کردار کے نفسی منابع سے وابستہ ہے۔ زندگی مقصدیت سے معمور ہے۔ یہ مقصدیت سعادت کے حصول کی جدوجہد پر مبنی ہے۔ سعادت ذہن و جسم کی ہم آہنگی سے وابستہ ہے۔ سعادت نہ ہی خالصتاً مادی نوعیت کی ہے اور نہ ہی محض ذہنی نوعیت کی۔ کیونکہ انسان ذہن و جسم کے ایک نامیاتی کل کی حیثیت رکھتے ہیں اسی نفسی وحدت اور ارتباط کے لئے شریعت ایک تدریجی اور مسلسل عمل ہے۔

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ سعادت کا حصول انسان کے لئے سب سے اہم ہے اور وہ تہذیب نفس اور قوت بہیمیہ کو قوت ملکیہ کے تابع بنانے سے حاصل ہوتی ہے۔ شاہ صاحب کے نزدیک سعادت کے اصل اصول چار ہیں جن کے لئے انبیاء کی بعثت ہوئی اور ان کی تفصیل شرائع سماوی ہیں، یہ درحقیقت ادیان و شرائع کے بنیادی شعبوں کے جامع عنوانات اور مقاصد بعثت کی تکمیل کے موثر ذرائع ہیں۔ اولاً: طہارت (جسمانی پاکیزگی جو انسان کو توجہ الی اللہ و تعلق باللہ کیلئے تیار کر دیتی ہے)۔ ثانیاً: اخبات الی اللہ تعالیٰ (انابت و توجہ الی اللہ اور عجز و

تواضع)۔ ثالثاً : سماحت ، مکارم اخلاق و معالی امور۔ رابعاً : عدالت (ایسا نفسانی ملکہ جس کے افعال کیوجہ سے ملک و قوم کاانتظام بسہولت قائم ہو جاتا ہے)۔

اس طرح شاہ صاحب نے انسان کی شخصیت کی تکمیل، تعلق مع اللہ کی تحصیل اور ایک صحت مند اور متعاون معاشرہ کی تشکیل کی بنیادوں پر روشنی ڈالی ہے ،جو شریعتِ آسمانی اور بعثت انبیاء کے مقاصد میں سے ہے : شاہ صاحب نے ان خصال اربعہ کے اکتساب کا طریقہ بھی بتایا ہے اور ان کے حجابات کا بھی ذکر کیا ہے مثلاً (۱) حجاب الطبع (بشری و نفسانی تقاضوں کا غلبہ) (۲) حجاب الرسم (خارجی حالات و ماحول کا مضر اثر) (۳) حجاب سوء المعرفۃ (غلط تعلیم و تربیت اور پھیلے ہوئے فاسد عقائد کا اثر) اور پھر ان کے رفع کرنے کے طریقے بھی بتائے ہیں (۳۹)۔

﴿مراجع﴾

۱۔ شاہ ولی اللہ التفہیمات الالھیہ، ص ۱۵۴، بجنور، ۱۳۵۵ھ

۲۔ شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین (اردو ترجمہ سید محمد فاروق القادری) ص ۴۰۴، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۷۸ء۔

۳۔ حافظ رحیم بخش، حیات ولی، ص ۴۰۳، المکتبہ المسلفیہ، لاہور ۱۹۵۵ء

۴۔ بشیر الدین، واقعات دارالحکومت دہلی، در الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص ۱۷۸، طبع دوم بریلی ۱۹۴۱ء۔

۵۔ دیکھیے مثلاً حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول کا تتمہ۔

۶۔ المقالہ الوضیہ فی النصیحیہ الوصیہ (وصیت نمبر ۶) شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد ۱۹۶۴ء۔

۷۔ شاہ صاحب کی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء خاص اس موضوع پر ہے۔

۸۔ دیکھئے التفہیمات الالھیہ، اور حجۃ اللہ البالغہ (جلد اول، بحث سوم) میں ارتفاقات کی بحثیں۔

۹۔ خلیق احمد نظامی، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ص ۴۲ و ۸۳، بلعد، مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۹۷۸ء۔

۱۰۔ حافظ محمد رحیم بخش، حیات ولی، ص ۵۴۲، ومابعد

۱۱۔ شاہ صاحب کے تفصیلی حالات زندگی کے لئے مندرجہ بالا کے علاوہ دیکھئے۔

(۱) مولانا مناظر احسن گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ در الفرقان، ص ۱۱۳ تا ۲۴۵، اب یہ الگ کتابی صورت میں بھی طبع ہو رہا ہے۔

(۲) ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت جلد پنجم، مجلس نشریات اسلام ۱۹۸۴ء۔

(۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، جامعہ پنجاب ، بذیل مادہ۔
(۴) رحمان علی، تذکرہ علماء ھند، طبع نول کشور۔
(۵) ابو یحییٰ امام خان ، تراجم علماء حدیث ھند ، دہلی ۱۳۵۶ھ
(۶) الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر۔

۱۲۔ شاہ ولی اللہ ، حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ مولانا عبدالرحیم) ۲ : ۴۱۳، قومی کتب خانہ ، لاہور ، ۱۹۸۳۔
۱۳۔ شاہ ولی اللہ ، البدور البازغہ ، ص ۲۲، مجلس علمی ڈھابیل ۱۳۵۴ھ
۱۴۔ شاہ ولی اللہ ، حجۃ اللہ البالغہ ، ۲ : ۴۱۵
۱۵۔ شاہ ولی اللہ ، حجۃ اللہ البالغہ ، ص ۳۳ : ۳۸
۱۶۔ شاہ ولی اللہ ، حجۃ اللہ البالغہ ، ص ۴۴
۱۷۔ الرعد ۱۳ : ۴
۱۸۔ الملک ۶۷ : ۱۰
۱۹۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط و سندہ الضعیف
۲۰۔ البانی ، سلسلہ الاحادیث الضعیفہ ، المکتب الاسلامی ، دمشق۔
۲۱۔ ابو نعیم ، حلیۃ الاولیاء ۱ : ۱۷۸ ، طبع الخانجی و معجم الکبیر للطبرانی ۱۹ : ۳۴ ، طبع عراق۔
۲۲۔ الانفال ۸ : ۲۴
۲۳۔ ق ۵۰ : ۳۷
۲۴۔ امام احمد بن حنبل ، مسند ، ۴ : ۴۰۸ ، المکتب الاسلامی و سنن ابن ماجہ در مقدمہ۔
۲۵۔ بخاری ب القدر و ابو داؤد کتاب النکاح۔
۲۶۔ حجۃ اللہ البالغہ ۲ : ۴۱۵ وما بعد
۲۷۔ حجہ ۲ : ۴۱۷ وما بعد
۲۸۔ حجہ ۲ : ۴۱۹ وما بعد
۲۹۔ حجہ ۲ : ۴۲۳ وما بعد
۳۰۔ حجہ ۱ : ۱۸۴ وما بعد
۳۱۔ البدر البازغہ ص ۲۹ حجۃ اللہ البالغہ ، ۱ : ۲۱۵ وما بعد
۳۲۔ حجۃ اللہ البالغہ ، ۱ : ۲۲۸

۳۳۔ حجہ ۱:۲۱۹

۳۴۔ حجہ ۱:۲۲۰

۳۵۔ حجہ ۱:۲۲۳

۳۶۔ حجہ ۱:۲۲۷

۳۷۔ حجہ ۱:۲۲۹

۳۸۔ حجہ ۱:۳۱۱ومابعد

۳۹۔ مذکورہ بالا کے علاوہ شاہ ولی اللہ کی نفسیاتی فکر کے تفصیلی مطالعہ کے لئے دیکھئے:

(۱) شاہ ولی اللہ، سطعات، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد ۱۹۶۴ء

(۲) شاہ ولی اللہ، التفہیمات الالٰھیہ۔

(۳) شاہ ولی اللہ، الطاف القدس، مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ۱۹۶۴ء

(۴) شاہ ولی اللہ سطعات، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد ۱۹۶۴ء۔

(۵) مولانا عبید اللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور انکا فلسفہ، سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۷۳ء۔

(۶) پروفیسر محمد سرور ارمغان شاہ ولی اللہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

(۷) غلام حسین جیلانی، شاہ ولی اللہ کی تعلیم، شاہ والی اللہ اکیڈیمی، حیدر آباد ۱۹۶۳ء۔

(۸) شمس الدین محسنی، شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے، سندھ ساگر اکادمی، لاہور ۱۹۶۸ء۔

(۹) ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملک، شاہ ولی اللہ کی مابعد الطبیعیات (مقالہ پی ایچ ڈی)

(۱۰) علی اکبر منصور، مسلم نفسیات، گورا پبلشرز لاہور ۱۹۹۵ء

(۱۱) ڈاکٹر اظہر علی رضوی ودیگر، مسلم نفسیات کے خدوخال، اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۷ء۔

(۱۲) A.J. Halepota, Philosophy of Shah Wali Ullah, Sind Sagar Academy, Lahore

(۱۳) Sayyed Athar Abbas Rizvi, Shah Wali Ullah and His Times, Marifat Publishing House, Australia, 1980.

(۱۴) Dr. Syed Azhar Ali Rizvi, Muslim Tradition in Psychotherapy, and Modern Trens, Instt. of Islamic Culture, Lahore, 1989.

رپورٹنگ : جیفری گولڈبرگ (امریکہ)
ترجمہ : سید عرفان علی یوسف (کراچی)

جامعہ حقانیہ :پاکستانی جہاد فیکٹری ؟

دار العلوم حقانیہ کے بارے میں "نیویارک ٹائمز" سنڈے میگزین کی تفصیلی رپورٹ اور جائزہ

امریکہ اور مغرب، پاکستان کے دینی مدارس، جہادی تنظیموں اور افغانستان کے طالبان کے بارہ میں مسلسل منفی پروپیگنڈہ، بے سروپا الزامات اور خدشات پھیلانے میں مصروف ہیں۔ افغانستان اور ایران کے انقلابات اور اسلامی دنیا میں جہاد کی لہروں سے مغربی دنیا میں دینی مدارس اور پاکستان کی مذہبی شخصیات اور تنظیموں کے بارے میں تحقیق و تجسس کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے۔ اس ضمن میں پاکستان کی معروف دینی بین الاقوامی یونیورسٹی جامعہ حقانیہ میں مغربی صحافیوں اور سکالرز کا جامعہ کے سربراہ مولانا سمیع الحق سے انٹرویوز، بحث و مباحثہ انکا خاص مشغلہ بنا ہوا ہے۔ حال ہی میں امریکہ کے معروف اخبار نیویارک ٹائمز کے سرکردہ صحافی "جیفری گولڈبرگ" نے جامعہ حقانیہ کے کئی دورے کئے۔ جامعہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق سے کئی بار انٹرویو کیا، طلبہ سے بات چیت کی۔ اور تمام شعبوں کا گہری نظر سے معائنہ کیا۔ واپس جا کر اپنے تاثرات کا ایک طویل جائزہ اور روداد مرتب کر کے اسے نیویارک ٹائز کے "سنڈے میگزین" میں گیارہ صفحات پر مشتمل مضمون کی شکل میں جون کے مہینے میں شائع کیا۔ مسٹر جیفری کا تعلق یہودیت اور امریکہ سے ہے اور اس نے اس مضمون میں کئی جگہ اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ اور اسکی کئی باتیں اور تجزیئے حقائق کے منافی بھی ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم اسے کشادہ دلی اور وسیع النظرفی کیساتھ اس رپورٹ کو من و عن شائع کر رہے ہیں۔ تاکہ مغربی ذہنیت اور امریکی عزائم کا حقیقی چہرہ بے نقاب ہو سکے۔

وقت کے ان حساس موضوعات پر مغرب کیسا اور کیا سوچتا ہے ؟ پاکستانی عوام اہل علم، جہادی تنظیموں کا اس سے آگاہ ہونا از حد ضروری ہے۔ جیفری کی یہ رپورٹ نوائے وقت کے انگریزی اخبار دی نیشن (The Nation) میں بھی قسط وار شائع ہوئی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ روزنامہ "امت" کراچی کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ .... (ادارہ)

حقانیہ مدرسہ واشنگٹن، ماسکو، نئی دہلی، یروشلم اور اسرائیل کی خاص توجہ کا خاص مرکز بن گیا ہے۔ نیویارک ٹائمز

پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ میں درہ خیبر کے مشرق کی طرف تقریباً دو گھنٹہ کی ڈرائیو پر گرانڈ ٹرنک روڈ (جی ٹی روڈ) کے ساتھ حقانیہ مدرسہ واقع ہے۔ اس مدرسہ کا شمار پاکستان کے بڑے مذہبی اسکولوں

میں ہوتا ہے۔ اسکے کلاس روم اور راہداریاں گھاس سے ڈھکی ہوئی ۸ ایکڑ زمین پر پھیلی ہوئی ہیں۔ یہاں طلبہ کی تعداد ۲۸۰۰ ہے اس مدرسہ میں تعلیم کی کوئی فیس نہیں۔ رہائش اور خوراک بھی مفت ہے۔ طلبہ عموماً غریب طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے یہ مدرسہ مخیر پاکستانیوں کے علاوہ مشرق وسطیٰ کے دیندار مسلمانوں سے عطیات حاصل کرتا ہے۔

طلبہ کی عمریں آٹھ نو سال سے لے کر تیس پینتیس سال کے درمیان ہیں۔ کم عمر لڑکے کلاس رومز کے فرش پر آلتی پالتی مار کر بیٹھے ہوئے قرآن مجید حفظ کرتے نظر آتے ہیں۔ پورا قرآن حفظ کرنے میں چھ ماہ سے تین سال تک وقت درکار ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ اس لئے ایک غیر اہل زبان کے لئے اسے اپنے مخرج اور لہجے کے ساتھ زبانی یاد کرنا بے حد محنت طلب ہے' طلبہ زیادہ تر پشتو بولنے والے ہیں۔ جن کا تعلق صوبہ سرحد کے علاوہ افغانستان سے ہے۔ اساتذہ طلبہ کے ساتھ فرش پر بیٹھتے ہیں۔ وہ بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور لڑکے اسے دہراتے ہیں۔ یہ مشق روزانہ چار سے چھ گھنٹہ جاری رہتی ہے۔

مغربی ممالک کے لوگ اسکا تصور بھی نہیں کرسکتے کہ ہائی اسکول اور کالج کی عمر کے لڑکے اپنی زندگی کا سب سے اہم حصہ اس آٹھ سالہ کورس میں لگا دیتے ہیں جو قرآن اور حدیث کی تفسیر اور توضیحات پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ طلبہ اسلامی فقہ' اجتہاد اور اسلامی تاریخ بھی پڑھتے ہیں۔ حقانیہ میں زیر تعلیم طلبہ میں سب سے زیادہ عمر کے طلبہ جو پوسٹ گریجویٹ کورسوں میں رجسٹرڈ ہوتے ہیں۔ یہ "مفتی کورس" کہلاتا ہے۔ اسلام میں ایک مفتی ایسے عالم کو کہا جاتا ہے جو فتوے یا مذہبی احکام جاری کرسکے۔ ان احکامات میں عائلی یا خاندانی امور سے لے کر جہاد تک شامل ہوتا ہے۔ (اس اسکول کی انتظامیہ کے ایک کمرے میں ایسے ایک لاکھ سے زیادہ فتوے رکھے ہوئے ہیں جو گزشتہ سالوں میں جاری ہوئے ہیں)۔ اس کے علاوہ دورہ حدیث میں طلبہ کی تعداد 600 سے زائد ہے۔ حقانیہ مدرسہ کے طلبہ میں سے چند ہی اسلامی مضامین کے علاوہ کوئی اور چیز پڑھتے ہونگے۔ یہاں طلبہ کو نہ تو عالمی تاریخ پڑھائی جاتی ہے نہ میتھیمیٹکس اور نہ ہی یہاں کوئی کمپیوٹر رومز یا سائنسی تجربہ گاہیں ہیں۔ (دارالعلوم میں الحمدللہ کمپیوٹر روم بھی ہے اور زیادہ کام کمپیوٹر پر ہورہا ہے اور حقانیہ سکول میں ایک بہترین سائنسی لیبارٹری بھی ہے اور عصری علوم کے تمام مروجہ فنون یہاں پڑھائے جاتے ہیں۔ ادارہ) حقانیہ مدرسہ درحقیقت ایک جہاد فیکٹری ہے۔ تاہم حقانیہ کوئی عجیب طرح کا مدرسہ نہیں ہے۔

پاکستان کے دس ہزار سے زیادہ دینی مدرسوں میں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ ہے اور "جہادی اسلام" ان تمام دینی مدارس کے نصاب میں قلب کی حیثیت رکھتا ہے۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے مدرسے دیہات میں دور دراز مقامات پر قائم ہیں جہاں طلبہ کی تعداد بیس پچیس سے زیادہ نہیں۔ بہت سے دینی

مدارس پاکستان کی مذہبی جماعتوں کے تحت کام کررہے ہیں۔ اور بعض ان مجاہدین گروپس کے تحت ہیں جو کشمیر میں بھارت کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ حقانیہ مدرسہ کی اہمیت اسکی وسعت یا سائز کی بنا پر نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ اس مدرسہ سے طالبان کے زیادہ تر رہنما فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔ طالبان کو اسلامی تعزیرات کی سخت ترین تعبیر پیش کرنے والا مانا جاتا ہے۔ وہ اسامہ بن لادن کو ایک ہیرو تصور کرتے ہیں۔ جبکہ امریکی حکومت افریقہ میں دو امریکی سفارت خانوں پر بمباری کی ذمہ داری اسامہ پر عائد کرتی ہے۔ طالبان ایک کبھی نہ ختم ہونے والے جہاد پر یقین رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے حقانیہ مدرسہ واشنگٹن' ماسکو' نئی دہلی اور یروشلم' اسرائیل کی توجہ کا خاص مرکز بن گیا ہے۔ چنانچہ ان تمام مراکز پر یہ ریسرچ جاری ہے کہ طالبان کیا ہیں ؟ اور کیا کرنا چاہتے ہیں ان تمام ملکوں کو یہ تشویش ہے کہ حقانیہ مدرسہ میں سینکڑوں افغان طلباء کے علاوہ سابق سوویت جمہوریتوں' قازقستان' تاجکستان' ازبکستان اور چیچنیا کے درجنوں طلبا بھی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ جن لوگوں نے چیچنیا میں روسی فوجوں کے ساتھ چیچن مجاہدین کو دیوانوں کی طرح لڑتے دیکھا ہے وہ عالمی افق پر ایک نئے اسلامی انقلاب کی سرخی دیکھ رہے ہیں۔ ایران کے شیعہ انقلاب کی طرح یہ سنی انقلاب بھی دنیا کو ہلا کر رکھ دے گا اور یہی وجہ ہے کہ حقانیہ مدرسہ میں غیر ملکی طلبہ کی موجودگی کو عالمی دارالحکومتوں میں نہایت بے چینی سے دیکھا جارہا ہے۔

حقانیہ مدرسہ کے طلبہ کی اکثریت پاکستان سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس نے امریکا' روس' بھارت اور اسرائیل کو پریشان کردیا ہے۔ پاکستان میں اعتدال پسند مذہبی قیادت کی جگہ انتہا پسند "طالبانی طرز" کی قیادت آگے آرہی ہے۔ پاکستان کے پاس ایٹمی ہتھیار بھی ہیں' بہت سے مسلم انتہا پسندوں کا ایمان ہے کہ ہتھیار مومن کا زیور اور جہاد کا لازمی حصہ ہے۔ چنانچہ یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ حقانیہ مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کی غالب اکثریت انتہا پسند ہے۔

یہ وجہ تھی کہ میں (جیفری گولڈبرگ) گزشتہ مارچ کی ایک صبح اس مدرسہ کے چانسلر کے دفتر میں موجود تھا۔ مدرسہ کے چانسلر مولانا سمیع الحق ہیں۔ میں اس مدرسہ میں داخلہ لینا چاہتا تھا۔ میرا مقصد واضح تھا۔ میں خود دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ جہاد فیکٹری کیا تیار کررہی ہے ؟ مولانا سمیع الحق امریکہ کے سخت مخالف ہیں۔ وہ دیوبندی اسکول سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ایک اسلامی تحریک ہے جس کا آغاز برطانوی دور اقتدار میں برصغیر میں ہوا۔ انگریزوں کے اقتدار کے خلاف چلنے والی یہ تحریک وہابی ازم کے مماثل ہے جس نے سعودی عرب پر گہرے اثرات مرتب کئے اور اسامہ بن لادن بھی اسی تحریک سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق اسامہ بن لادن کے گہرے دوست ہیں۔ انہوں نے تحریک طالبان کے رہنما ملا عمر کو ایک اعزازی ڈگری بھی جاری کی ہے جو اس مدرسہ کی تاریخ میں پہلی اور واحد دی گئی سند ہے۔ مولانا سمیع الحق ایک سیاستدان بھی ہیں اور جمعیت علمائے اسلام

(سمیع الحق گروپ) کے سربراہ ہیں۔ یہ سیاسی جماعت پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے کام کر رہی ہے۔ انہوں نے ۱۹۹۸ء میں اسامہ بن لادن کی طرف سے جاری کئے جانے والے فتوے کی تائید کی تھی جس میں مسلمانوں سے امریکیوں کے خلاف کھلا جہاد شروع کرنے کی اپیل کی گئی تھی۔

میں (جیفری گولڈبرگ) جب مولانا سمیع الحق سے ملنے کے لئے پہنچا تو مجھے 20 منٹ تک ان کے دفتر کے باہر انکا انتظار کرنا پڑا۔ مجھے اتنی دیر وہاں سے گزرنے والے طلبہ کے تیز نظروں کا مسلسل سامنا کرنا پڑا۔ درحقیقت میرے لئے مولانا کے دو صاحبزادوں حامد (عمر ۳۱) اور راشد (عمر ۲۰سال) نے ٹائم لیا تھا۔ راشد الحق مدرسہ کی ویب سائٹ ڈیزائننگ کے انچارج ہیں (ماہنامہ الحق کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں اور اسی ضمن میں ویب سائٹ بھی بنا رہے ہیں۔ ادارہ) اس دوران میں مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔ ایک طالب علم نے حیرت انگیز طور پر ورلڈ چمپئین شپ ریسلنگ کے ایک کردار کا حوالہ دیا جس کا نام میرے نام سے ملتا جلتا تھا۔ تھوڑی دیر میں مولانا تیز قدموں سے چلتے ہوئے آئے اور میرے برابر بیٹھ گئے۔ ان کی عمر تقریباً 65 سال کے لگ بھگ ہے۔ وہ ننگے پیر تھے۔ (مولانا اپنے کمرے سے متصل لائبریری کے قالین پر بغیر جوتوں کے تشریف لائے۔ ادارہ) اور انکے پیروں کے ناخن مٹی سے بھرے ہوئے تھے۔ (دراصل مولانا مدظلہ کے دونوں پیروں کے ناخن ایک حادثے میں ضائع ہو گئے تھے۔ نئے ناخنوں کا رنگ قدرتی طور پر مٹیالہ ہے اس لئے مسٹر جیفری کو غلط فہمی ہوئی۔ مولانا مدظلہ کی نفاست تو معروف ہے۔ ادارہ) ان کی طویل داڑھی بھوری غالباً مہندی سے رنگی ہوئی تھی۔ ان کے سر پر پگڑی بندھی ہوئی تھی۔ انکی دو بیویاں اور آٹھ بچے ہیں۔ وہ بے حد خوش مزاج اور خوش خرم آدمی نظر آئے۔ ان کی مختصر لیکن دلچسپ گفتگو نے مجھے احساس دلایا کہ مجھے خوفزدہ ہونے کی بجائے یہاں خود کو اپنے گھر جیسا محسوس کرنا چاہیے۔ انہوں نے ایک مترجم کے ذریعہ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ "مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان کوئی تنازعہ نہیں ہے۔" میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں لیکن میں خاموش رہا وہ کہہ رہے تھے "اسلام اور عیسائیت کے مشترکہ دشمن یہودی ہیں۔" یہ یہودی ہی تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو سولی دینے کی کوشش کی اور اب یہودی امریکا کو اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ کلنٹن ایک سلجھا ہوا آدمی ہے لیکن وہ یہودیوں میں گھرا ہوا ہے۔ میڈیلین البرائٹ کا باپ صیہونیت کا بانی تھا۔

"میں بھی یہودی ہوں" میں نے مولانا کو بتایا۔ مولانا یہ بات سن کر ایک لمحہ چپ رہے پھر بولے "میں آپ کا بھی خیر مقدم کرتا ہوں۔" میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا نے مجھے پیش کش کی میں جتنا وقت چاہوں مدرسہ میں گزار سکتا ہوں۔ میں جس کے ساتھ چاہوں گفتگو کر سکتا ہوں۔ اور قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہوں۔ انہوں نے اس بات کی مکمل وضاحت کر دی کہ انکا مدرسہ یقینی طور پر طالبان سے وابستہ ہے لیکن یہاں کوئی فوجی

تربیت نہیں دی جاتی۔ مولانا سمیع الحق نے یہ بات سوفیصد درست کہی تھی۔ میں نے حقانی مدرسہ میں کہیں کوئی ہتھیار نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی میں نے حقانیہ میں کسی کو بم بنانے کی ترکیبیں بتانے یا سکھانے پر لیکچر دیتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔ جو قریب ترین مجھے نظر آئے وہ گرانڈ ٹرنک روڈ کو پار کرنے کے بعد (یعنی علاقہ غیر) درہ خیبر کی اسلحہ ساز فیکٹریوں میں تھے، جہاں اسلحہ کی دکانوں پر ۴۰ ڈالر میں شاٹ گن اور ۷۰ ڈالر میں اے کے۔ 47 مل رہی تھی۔

دوسری جانب یہ بھی ہوا کہ جب شمالی اتحاد نے طالبان کے خلاف بڑا حملہ شروع کیا اور طالبان کو مدد کی ضرورت محسوس ہوئی تو مولانا سمیع الحق نے اپنا مدرسہ بند کر کے طلبہ کو محاذ پر بھیج دیا۔ انہوں نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ ان میں سے کتنے طلبہ محاذ سے واپس نہیں آسکے۔ میں نے موسم بہار میں حقانیہ مدرسہ کا دورہ کیا تھا۔ طلبہ سے بھرے ہونے کے باوجود یہاں غیر معمولی طور پر خاموشی اور نظم وضبط نظر آتا تھا۔ شہروں کی گہما گہمی اور بھیڑ بھاڑ یہاں مفقود تھی۔ جو بھی آوازیں سنائی دیتیں وہ اسکول کے گیٹ سے تھوڑے فاصلے پر گرانڈ ٹرنک روڈ پر چلنے والے ٹریفک کی آوازیں تھیں۔ میں نے یہاں کوئی ٹیلی ویژن انتاہیہ ہے کہ ریڈیو بھی نہیں دیکھا۔ طلبہ علی الصبح نماز فجر کے لئے اٹھتے تھے۔ یہ نماز مدرسہ کی مسجد میں ادا کی جاتی تھی۔ مدرسہ کے دالان مٹی سے لتھڑے ہوئے اور گندے نظر آئے۔ (دراصل مدرسہ کا صحن پختہ نہیں اس میں میں بجری پڑی ہوئی ہے۔ مسٹر جیفری کو یہاں بھی غلط فہمی ہوئی۔ ادارہ) یہاں کوئی کیفے ٹیریا نہیں تھا۔ طلبہ کھانا لینے کے لئے باورچی خانہ کے سامنے اپنی اپنی پلیٹیں اور چمچے لے کر لائن لگاتے تھے اور انہیں کھانے کے لئے چاول، سالن اور روٹی دی جاتی تھی۔

مدرسہ میں کوئی خاتون ٹیچر نہیں تھیں (الحمد للہ حقانیہ میں شعبہ بنات کا شعبہ مدرسہ عائشہ للبنات موجود ہے اور اس میں کئی عالمہ، قاریہ استانیاں موجود ہیں۔ ادارہ) اور نہ ہی خاتون ملازمائیں نظر آئیں بلکہ وہاں سرے سے عورتیں تھیں ہی نہیں یہاں کوئی "پیرنٹس ڈے" "فیملی ڈے" نہیں ہوتا کہ جس موقع پر طلبہ کے والدین اسکول آسکیں۔ (سہ ماہی اور ششماہی انعامات کے سلسلے میں کامیاب ہونے والے طلبا کے والدین شامل ہوتے ہیں اور اسی طرح سالانہ دستار بندی کے موقع پر والدین کے علاوہ طلباء کے پورے پورے خاندانوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ ادارہ) پاکستان میں طلبہ کرکٹ کے دیوانے ہیں۔ یہاں بھی طلبہ میں کرکٹ سے دلچسپی نظر آئی۔ مدرسے کے باہر ایک والی بال گراؤنڈ بھی تھا جہاں طلبہ دوپہر کے بعد والی بال کھیلتے نظر آئے لیکن دن کا زیادہ بڑا حصہ اسلام اور تعلیم کیلئے وقف تھا۔ کم عمر لڑکے اور بچے مجھ میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے وہ نظریہ جہاد سے زیادہ واقف نہیں تھے۔ گیارہ سال عمر کے دو لڑکے جو افغان مہاجر تھے نہایت دلچسپی سے ہر جگہ میرا تعاقب کرتے تھے وہ میرے ساتھ آنکھ مچولی کا کھیل کھیلتے اور خود کو اسامہ ظاہر کر کے مجھے فرضی گولیوں کا نشانہ بناتے۔ وہ

میرے جوتوں سے بے حد متاثر تھے۔ وہاں کلاس روم میں جوتے نہیں پہنے جاتے تھے اور انہیں کمرے سے باہر اتار دیا جاتا تھا۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ لڑکے میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق کے دفتر کا کوئی نہ کوئی آدمی میرے ساتھ رہتا تھا اور میری باتیں سنتا تھا کیونکہ وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ میں زیادہ گہرائی میں جاکر ان لڑکوں کو کریدوں۔ (مسٹر جیفری تنہا تھے اس کی رہنمائی اور ترجمانی کے لئے ایک انگریزی جاننے والا طالب علم اس کی مدد کرنے کے لئے موجود تھا۔ پھر کئی طلباء مغربی صحافیوں سے سخت نفرت بھی کرتے ہیں تو اس کی حفاظت بھی ضروری تھی لیکن وہ مدرسے والوں کے اخلاص کو سمجھ نہیں سکا۔ ادارہ)

مدرسہ میں زیادہ چھوٹے لڑکوں کو ایک تین منزلہ عمارت میں مقفل رکھا جاتا تھا۔ جس کی حفاظت زیادہ عمر کے لڑکے کرتے تھے۔ مجھے اس عمارت میں جانے اور یہ دیکھنے کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ کس طرح رہتے تھے۔ (یہاں بھی غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے خود مولانا راشد الحق مسٹر جیفری کو دار الحفظ لے گئے تھے اور تفصیل سے تمام شعبہ جات کا معائنہ کرایا۔ باقی دار الحفظ کا گیٹ صرف رات کو مقفل رہتا ہے۔ ادارہ) میرا تعاقب کرنے والے دو افغان لڑکوں میں سے ایک کا باپ افغانستان میں شہید ہوا تھا۔ ان کی مائیں اپنا دن کا وقت لکڑیاں کاٹنے میں صرف کرتی تھیں اور وہ انتہائی غریب تھے۔ ان کا خاندان کچھ فاصلے پر ایک افغان مہاجر کیمپ میں رہتا تھا جہاں انہیں دن میں بمشکل ایک وقت روٹی ملتی تھی۔ اس طرح یہ لڑکے خوش نصیب تھے کہ مدرسہ میں داخلے کے بعد انہیں تین وقت کھانا ملتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت پاکستان ان کو کوئی خوراک، رہائش اور تعلیم فراہم نہیں کرتی تھی۔

میں نے حدیث کی کلاسوں کا خاص طور پر مشاہدہ کیا۔ کیونکہ احادیث میں احکامات کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ حقانیہ مدرسہ میں میں نے دیکھا کہ ایک سفید داڑھی والا استاد حدیث کی کتابیں پڑھتا تھا اور طلبہ خاموشی سے سنتے تھے۔ اعلیٰ سطح کی مفتی کلاسوں میں بھی میں نے سوال جواب ہوتے نہیں دیکھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ طلبہ کو سوال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ (دار العلوم اور تمام مدارس میں طلباً کھڑے ہو کر سوال نہیں کرتے بلکہ کاغذ کے رقعہ پر اپنا سوال اور اشکال لکھ کر استاد کی خدمت میں ادب کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اس کا جواب باقاعدگی کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ ادارہ) ایک دن میں نے اپنے مترجم کو چھوڑ دیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ ایک بڑے ہال کے باہر ایک بڑے پوسٹر دیوار پر چسپاں تھا اس پر ایک ناریل کی تصویر تھی جس کا سفید گودا عجیب انداز میں دکھائی دے رہا تھا۔ تصویر کے نیچے اس کا کیپشن تھا جس میں لکھا تھا کہ "اللہ کا ایک معجزہ" اس ناریل کے اندر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد میں نے کلاسوں کے دوران امریکا کے بارے میں سوالات شروع کر دیئے

ایک دن حدیث کی ایک کلاس میں جہاں زکوٰۃ سے متعلق احادیث پڑھی جارہی تھی۔ اچانک مجھ سے سوال کیا گیا کہ اسامہ بن لادن کے بارے میں میرے خیالات کیا ہیں؟ امریکہ اسامہ کے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے؟ میں نے جواب میں کہا کہ اسامہ بن لادن کا پروگرام اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام تو جہاد کے دوران بھی معصوم لوگوں کی جاں بخشی کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ جہاد مسلح حملہ آوروں کے خلاف جائز ہے۔ عورتوں اور بچوں کے خلاف نہیں۔ میں نے انہیں حضرت محمد ﷺ کی ایک حدیث سنائی "ابن عمر سے روایت ہے کہ ان جنگوں میں سے ایک میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو پیغمبر اسلام (ﷺ) نے عورتوں اور بچوں کے قتل کی ممانعت فرمائی۔

ان لوگوں نے میری جانب سے حدیث کے اس حوالے کو پسند نہیں کیا اور اسامہ 'اسامہ کے نعرے بلند کئے۔ جب خاموشی ہوئی تو وہ اسامہ کے دفاع میں دلیلیں دینے لگے۔ ایک طالب علم ولی نے کہا کہ اسامہ بن لادن عظیم مسلمان ہے۔ مغرب طاقتور مسلمانوں سے خوف زدہ ہے اس لئے وہ انہیں اپنا دشمن تصور کرتا ہے۔

مجھے یہ جاننے میں بے حد دلچسپی تھی کہ ولی اسامہ بن لادن کا ایسا دیوانہ کیوں ہے؟ کیونکہ مدرسہ میں ایسا نصاب نہیں پڑھایا جاتا تھا جس میں اسامہ کے کارنامے بیان کئے جائیں۔ تاہم ایسی بہت سی کتابیں مارکیٹ میں دستیاب تھیں جن میں اسامہ بن لادن کی شخصیت اور کارنامے بیان کئے گئے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ "اسامہ اسلام کو کفر کی آلودگیوں سے پاک رکھنا چاہتا ہے وہ ساری دنیا میں اسلام کی حکومت چاہتا ہے۔ وہ ساری دنیا کو اسلام کے تحت لانا چاہتا ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ قرآن میں آیا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ اعتدال پسند مسلمان اکثر اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں۔ ولی جواب میں بولا۔ "دین میں یقیناً کوئی جبر نہیں، لیکن مغرب مسلمانوں کو کفر کے تحت رکھنے کے لئے جبر کرتا ہے۔ چیچنیا وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔"

طلبہ نے چونکہ آج کی کلاس کو ایک سیاسی سمنار میں تبدیل کردیا تھا اس لئے میں نے ان سے پاکستان کے ایٹم بم کے بارے میں سوال کیا۔ اسلام پسند پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے سب سے بڑے حامی ہیں۔ سب سے بڑی مذہبی جماعت "جماعت اسلامی" سی ٹی بی ٹی پر دستخط سے روکنے کے لئے حکومت پر مسلسل دباؤ ڈال رہی ہے۔ میں نے طلبہ سے پوچھا کہ کیا اسلام میں جہاد کے دوران ایٹم بم استعمال کرنے کی اجازت ہے اسکے جواب میں ایک طالب علم نے کہا" یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ ایٹم بم بھی ہمیں اللہ کی طرف سے ملا ہے اسلئے اسے ضرور استعمال کرنا چاہیے۔" میں نے پھر سوال کیا کہ کون کون اسامہ بن لادن کو ایٹم بموں سے مسلح دیکھنا چاہتا ہے کلاس میں ہر طالب علم نے اپنا ہاتھ تائید میں بلند کردیا۔ بعض طلبہ ہنس رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ اگر ایٹم بم استعمال کیا گیا تو معصوم لوگ بھی ہلاک ہونگے۔

اسامہ بن لادن نے کسی معصوم شخص کو ہلاک نہیں کیا" ایک طالب علم بولا جس کا نام غازی تھا۔ "اگر اس کا ثبوت فراہم کردیا جائے تو" میں نے کہا۔ "امریکی کہتے ہیں کہ انکے پاس ثبوت ہے تو پھر وہ یہ ثبوت طالبان کو کیوں پیش نہیں کرتے۔" میں نے جواب میں ایک مفروضہ کے طور پر کہا کہ اگر انہیں ایک ویڈیو دکھائی جائے جس میں اسامہ بن لادن کسی عورت کو قتل کررہا ہو تو وہ کیا کریں گے۔" میرے یہ کہنے پر کلاس روم میں خاموشی چھاگئی پھر ایک طالب علم فضل رازق نے اٹھ کر کہا۔ "امریکیوں کے پاس میڈیا اور ذرائع ابلاغ کو چالاکی کے ساتھ استعمال کرنے کے ایسے تمام نسخے موجود ہیں۔ جس سے وہ اسامہ بن لادن کا سر کسی اور کے سر پر دکھا سکتے ہیں اور یہ ظاہر کرسکتے ہیں کہ اسامہ کسی عورت وغیرہ کو قتل کررہا ہے۔"

میں نے اسامہ بن لادن کا ۱۹۹۸ء کا فتویٰ پیش کیا جو سعودی عرب میں امریکی فوجیوں کی موجودگی کے خلاف اور یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف جاری کیا گیا تھا جس کا ترجمہ یہ تھا۔ "یہ ہر مسلمان کا انفرادی فرض ہے کہ وہ امریکیوں اور ان کے اتحادیوں' شہریوں اور فوجیوں کو قتل کرے خواہ وہ کسی بھی ملک میں ہوں تاکہ مسجد الاقصیٰ اور مسجد الحرام (کعبہ شریف) کو ان کے قبضے سے آزاد کرایا جاسکے اور انکے خاندان کو اسلام کی سرزمین سے شکست دے کر نکالا جاسکے۔" میں نے کہا کہ "یہاں اسامہ بن لادن واضح طور پر سیاہ و سفید میں تمام امریکی فوجیوں اور شہریوں کے قتل کا حکم دے رہا ہے۔" "یہ سب امریکیوں کی جعلسازی ہے "ایک طالب علم بولا ایک اور طالب علم بولا" اسامہ نے یہ نہیں لکھا" میں نے اب آخری سوال کیا۔ آپ لوگ کیا کریں گے اگر آپکو پتہ چلے کہ سی آئی اے نے اسامہ کو پکڑ لیا ہے اور اسے مقدمہ چلانے کے لئے امریکہ لے جایا جارہا ہے۔

ایک طالب علم جس کا نام محمد تھا اٹھ کر کھڑا ہوا اور بولا "ہم اپنی جانیں اسامہ کے لئے قربان کردیں گے۔ ہم امریکیوں کو ہلاک کریں گے۔" "کون سے امریکیوں کو ؟" میں نے پوچھا۔ "تمام امریکیوں کو" اسکا جواب تھا۔ میں جب مسجد سے باہر نکلا تو محمد اور اس کے ساتھیوں کا گروپ میرے قریب آیا اور بولا۔ "ہم چاہتے ہیں کہ آپ اسلام قبول کرلیں' ہم آپ سے محبت کرتے ہیں' ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی مسلمان ہوجائیں۔" اس دن بعد میں مَیں طلبہ کے ایک اور گروپ سے ملا۔ اس وقت طلبہ کے اساتذہ موجود نہیں تھے' اس گفتگو کے دوران کافی دلچسپ مرحلے آئے۔ مثال کے طور پر جنس کے بارے میں بھی گفتگو کررہے تھے۔ ان کی اکثریت کا خیال تھا ۔ تمام امریکی Bisexual ہیں اور امریکی ہر جگہ اور ہر شے کو (چاہے انسان ہوں یا جانور) جنسی مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ امریکی بیک وقت گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈز رکھتے ہیں اور ان میں خود لذتی کی وبا عام ہے اسکے علاوہ جنس کے موضوع پر اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ ایک نوجوان نے مجھے بتایا کہ وہ کابل کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہے۔ اور اس کا نام سعید ہے اسکا بھائی طالبان کی حکومت میں جج ہے اور اس نے بھی اسی مدرسہ سے سند لی

ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کے والدین اسے اس مدرسہ میں بھیج کر کیا محسوس کرتے ہیں۔ کیا وہ جانتے ہیں کہ اسے شمالی اتحاد یا کشمیر میں بھارت کے خلاف جہاد کے لئے بھی جانا پڑے گا۔

اس نے جواب میں کہا کہ اس کے والدین جہاد پسند کرتے ہیں۔ "وہ کیسا محسوس کریں گے اگر تم اس جہاد میں ہلاک ہو جاؤ۔" "وہ بے حد خوش ہو نگے "اس نے کہا" وہ اس پر بے حد فخر کریں گے' ہر باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بیٹا جب بھی مرے شہادت کی موت اسے نصیب ہو۔" "اگر تم شمالی اتحاد کے خلاف لڑو گے تو تم مسلمانوں کو قتل کرو گے۔" "وہ برائے نام مسلمان ہیں لیکن منافق اور غدار ہیں۔" سعید نے کہا۔

چند دن کے بعد میری ملاقات ایک بار پھر مولانا سمیع الحق سے ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ "ان کے بعض طالب علم بعض حالات میں دہشت گردی کو قابل قبول خیال کرتے ہیں۔" "آپ یہ نہیں سمجھ سکے کہ ہم ان کو کیا تعلیم دے رہے ہیں۔" مولانا نے مجھے اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی اور کہا کہ وہ دہشت گردی اور جہاد کے درمیان فرق بیان کریں گے۔

میں نے ان سے معذرت کی کہ مجھے ہر حال میں اسلام آباد پہنچنا ہے جہاں میں نے ایک سالگرہ پارٹی میں شرکت کا وعدہ کیا ہے۔

یہ ایک خاموش دعوت تھی یہاں ایک بہت بڑا کیک تھا اور بہت بڑی تعداد میں معززین مدعو تھے جن میں پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف بھی شامل تھے۔ کیک بے حد مزیدار تھا۔ یہ وینلا شیٹ کیک تھا جس پر لیمن سے یہ الفاظ لکھے تھے۔ "یوم تکبیر کی دوسری سالگرہ" پاکستان میں یوم تکبیر ۲۸ مئی کو منایا جاتا ہے جب پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کیا۔ اس سالگرہ کا اہتمام پاکستان کی مسلح افواج نے کیا تھا۔

"ہم ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو پاکستان کو اس عظمت سے نوازنے پر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے سر جھکاتے ہیں۔" پاکستان کے سائنس کے وزیر ڈاکٹر عطاالرحمان نے کہا کہ پاکستان میں ہر شعبہ اور ہر قصبہ کے ہر چھوٹے بڑے چوک پر پاکستان کے بنائے ہوئے غوری میزائل کے ماڈل نظر آتے ہیں۔

مظفر آباد' آزاد کشمیر میں نصب میزائلوں کا رخ بھارت کی طرف ہے۔ پاکستان کے تین شہروں میں جہاں میں گیا چاغی کے پہاڑوں کے تیس فٹ اونچے ماڈل نصب تھے۔ اسلام آباد میں نصب ماڈل تھے۔ اسلام آباد میں نصب ماڈل برقی قمقموں سے سجا ہوا تھا جس میں پہاڑوں پر ایٹمی دھماکے کے اثرات کو نارنجی روشنیوں سے دکھایا گیا تھا بہت سے والدین اور ان کے بچے اس ماڈل کے نیچے کھڑے ہو کر اپنی تصویریں کھنچوا رہے تھے۔

پارٹی کے بعد میں روالپنڈی گیا جہاں مجھے جنرل مشرف سے ملنے کا موقع مل رہا تھا۔ جنرل مشرف اگرچہ وزیر اعظم کی تمام ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں لیکن وہ وزیر اعظم ہاؤس کے بجائے پاکستان آرمی کے چیف آف

اسٹاف کی قیام گاہ میں رہتے ہیں۔

جنرل مشرف کے ساتھ گفتگو کے دوران میں نے ان سے پوچھا کہ مغرب کو اس پر تشویش ہے کہ کہیں پاکستان کے ایٹمی ہتھیار فوج کے اندر یا باہر انتہاپسندوں اور بنیاد پرستوں کے ہاتھ میں نہ آجائیں۔ (پینٹاگون کی مشقوں میں امریکی جنگی پالیسی سازوں نے ایک ایسے منظر کی نقشہ کشی کی ہے جس میں پاکستان کے ایٹمی ہتھیار انتہاپسندوں کے ہاتھ میں آگئے ہیں) "یہ قطعی ناممکن ہے" جنرل مشرف نے کہا "ایسا ہونے کا کوئی امکان نہیں۔" میں نے یوم تکبیر کی تقریبات میں مذہبی جوش و خروش کا حوالہ دیا۔ خاص طور پر پاکستان کے وزیر سائنس ڈاکٹر عطاالرحمان کا کہ مغرب اس بات پر ضرور پریشان ہوگا کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ "جی ہاں، ہم ہر معاملے میں ان شاء اللہ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا کوئی کام اللہ تعالیٰ کی تائید کے بغیر نہیں ہوتا۔" جنرل مشرف نے کہا۔

جنرل مشرف لبرل آدمی ہیں اور ان کے نظریات بے حد ترقی پسندانہ ہیں۔ انہیں بنیاد پرست تصور نہیں کیا جاتا۔ تاہم جب انہوں نے میرے سامنے جہاد اور دہشت گردی کے الفاظ میں امتیاز کی تعریف بیان کی تو وہ مجھے اپنے لہجے اور اسٹائل سے پکے اسلامی بنیاد پرست محسوس ہوئے۔

"دہشت گردی اور جہاد دونوں دو قطعی مختلف چیزیں ہیں"۔ انہوں نے کہا "آپ لوگ مغرب میں "جہاد" کی اصطلاح سے خائف ہیں حالانکہ جہاد ایک بے حد نرم اور قابل برداشت تصور ہے۔"

میں نے جنرل صاحب سے پوچھا کہ "کیا وہ اسامہ بن لادن کو ایک دہشت گرد تصور کرتے ہیں۔"

"اگر وہ بم دھماکوں یا ہائی جیکنگ کی کاروائیوں میں ملوث ہے تو وہ قطعی طور پر دہشگرد ہے" انہوں نے کہا۔ میں نے ان سے مزید دریافت کیا کہ کیا انہیں امریکیوں کے اس دعوے میں کوئی شبہ ہے کہ بن لادن دہشت گرد ہے۔

"اس موضوع پر طالبان کا واضح موقف ہے وہ کہتے ہیں کہ انہیں ثبوت کی ضرورت ہے جو انہیں فراہم نہیں کئے گئے ہم نے بھی امریکہ سے کہا ہے کہ وہ اس دعوے کے ثبوت فراہم کرے۔ قانونی نقطہ نگاہ سے میرے پاس اسامہ کے دہشت گرد ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔"

جنرل مشرف کہتے ہیں کہ انہیں طالبان کے حامی پٹھانوں کی مدد کی ضرورت ہے۔ مذہبی جماعتیں اگرچہ انتخابات میں کامیاب نہیں ہو سکیں لیکن ان کے پاس ٹھیک ٹھاک اسٹریٹ پاور موجود ہے اور جب کشمیر کا معاملہ سامنے آتا ہے تو لوگوں کی پوری ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں۔ سیکولر نقطۂ نظر سے بات کی جائے تو بھی کشمیر کی آزادی کی جدوجہد ایک نئی استعماری طاقت کے خلاف ہے لیکن آج کل اس جدوجہد کو درحقیقت جہاد کا نام دے دیا گیا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے افغانستان میں سوویت فوجوں کے خلاف جہاد کا خاتمہ ہے تو پیشہ ور

جہادی قوتوں نے اس خطہ میں ایک نیا نصب العین اختیار کر لیا۔

جنرل مشرف خود بھی بھارت کے خلاف جدوجہد کو جہاد قرار دیتے ہیں اور پاکستان میں انگریزی اخبارات جہاد کی اصلاحات عام استعمال کرتے ہیں کشمیر میں جہاد جنرل مشرف کے لئے غیر معمولی سیاسی حمایت کا سبب ہے۔ پاکستان کی سرزمین پر جہادی گروپوں اور تنظیموں کو فوجی تربیت کی پوری سہولتیں فراہم کر رہی ہے۔ راولپنڈی میں جنرل مشرف سے ملاقات کے کوئی دو ہفتہ کے بعد حکومت نے اعلان کیا وہ پاکستان کے اندر عسکری تنظیموں کی قوت کو دبائے گی اور دینی مدرسوں کے نیٹ ورک کو قومی تعلیمی معیارات کے مطابق لائے گی۔ یہ وہ دو مطالبے ہیں جو امریکی حکام فوجی حکومت سے اقتدار سنبھالنے کے پہلے دن سے کرتے رہے ہیں لیکن آرمی ہاؤس میں علی الصبح ہونے والی خوشگوار گفتگو میں جنرل صاحب مدرسوں کی قوت کے بارے میں کسی تشویش میں مبتلا دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ "ان میں سے چند اسکول ہی عسکریت پسند میں ملوث ہیں"

اسکولوں کی اکثریت انسانی بنیادوں پر خدمات انجام دے رہی ہے وہ غریب بچوں کو خوراک اور رہائش فراہم کرتے ہیں۔

جنرل صاحب نے ان جہادی تنظیموں کی سرگرمیوں کا دفاع بھی کیا جنہیں امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ دہشت گرد قرار دیتا ہے۔ ان میں مولانا فضل الرحمان خلیل کی حرکت المجاہدین بھی شامل ہے جو بھارت کے خلاف مسلح جدوجہد کر رہی ہے۔ اسی تنظیم پر الزام ہے کہ اس نے بھارتی طیارہ گزشتہ دسمبر میں اغوا کیا تھا۔ اس تنظیم کے تربیتی کیمپ افغانستان میں ہیں لیکن اسکے لیڈر فضل الرحمان خلیل کا دفتر راولپنڈی میں جنرل مشرف کی رہائش گاہ سے زیادہ دور نہیں ہے اور فضل الرحمان خلیل کو پاکستان میں نقل و حرکت کی پوری آزادی حاصل ہے۔ "یہ لوگ دہشت گرد نہیں ہیں۔ یہ جہاد میں مصروف ہیں۔" یہ جنرل مشرف کے الفاظ ہیں۔

جنرل مشرف سے گفتگو کے دو دن بعد میں راولپنڈی میں فضل الرحمان خلیل سے ملنے گیا۔ ہم رات کو ایک بس اسٹیشن کے قریب چھوٹے سے دفتر میں ملے مجھے فرش پر جوتے اتار کر بیٹھنا پڑا' جہاں دیوار پر لگے ہوئے ایک پوسٹر پر بنے ہوئے کارتوسوں پر "اللہ" لکھا ہوا تھا۔ خلیل نے بے حد سکون کے ساتھ بات کی اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ اس کے گروپ کو امریکی حکومت نے دہشت گرد قرار دیا ہے۔ "ہم نے اس بات کو بے حد برا محسوس کیا۔" اس نے کہا۔ اس نے س بات کی تردید کی کہ اسکا گروپ بھارتی طیارے کے اغوا میں ملوث تھا۔ اس نے اس بات کی بھی تردید کی کہ کبھی اس کے گروپ نے جہاد کشمیر کے دوران کسی شہری کو ہلاک کیا ہو۔

"کسی کو ہمارے بارے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ صرف اسلام کے دشمنوں کو ہم سے خوف ہے۔" اس نے کہا " کیا آپ اپنے دشمنوں کے خلاف ایٹمی ہتھیار استعمال کریں گے۔" میں نے اس سے سوال

کیا۔ "ہمارے پاس ایٹمی ہتھیار نہیں ہیں۔ کاش ہمارے پاس ہوتے اس نے مسکراتے ہوئے کہا، اگر ہمارے پاس ایٹمی ہتھیار ہوتے تو ہم ضرور انہیں استعمال کرتے لیکن یہ بے احد مہنگے ہیں"

خلیل نے بتایا کہ وہ اگلے دن افغانستان جارہا ہے جہاں اسے دوسری اسلامی جہادی تنظیموں کے رہنماؤں کے ساتھ اہم گفتگو کرنی ہے۔ ہماری ملاقات سے قبل پاکستان اخبارات نے یہ خبر شائع کی تھی کہ اسامہ بن لادن گروپ سے باڈی گارڈز حاصل کر رہا ہے۔

اگلے دن میں پاکستان سے افغانستان کے شہر قندہار کیلئے روانہ ہوا۔ یہ افغانستان کا وہ شہر ہے جسے طالبان نے سب سے پہلے فتح کیا اور حقانیہ مدرسہ کے زیادہ تر طلبہ فارغ التحصیل ہو کر اسی شہر کا رخ کرتے ہیں۔ طالبان نے جب قندھار اور اسکے بعد کابل پر قبضہ کیا تو انہوں نے لڑکیوں کے اسکول بند کر دیئے۔ خاتون ڈاکٹروں کو ملازمت سے بر طرف کر دیا اور ہم جنس پرستوں کیلئے قتل کی سزا مقرر کی۔ چوروں کو پبلک کے سامنے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائیگی۔ (طالبان نے خواتین ڈاکٹروں کو ہسپتالوں میں کام کرنے کی مکمل اجازت دی ہے۔ باقی افغانستان میں مخلوط تعلیمی ادارے بند ہیں لیکن خواتین کے الگ تعلیمی ادارے کھلے ہوئے ہیں۔ مسٹر جیفری نے انتہائی دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔ باقی ہم جنس پرستوں کی قتل کی سزا اسلامی قوانین کے عین مطابق دی جاتی ہے۔ ادارہ)

پاکستان سے قندھار کا راستہ بلوچستان کے صحرائی علاقے سے گزرتا ہے اور درہ خوجک عبور کرنے کے بعد میلوں تک کوئی آبادی نہیں ہے۔ قندھار سے باہر ائرپورٹ کے قریب اسامہ بن لادن کا ایک بڑا مکان ہے لیکن طالبان نے مجھے اسامہ کے مکان کے قریب جانے کی اجازت نہیں دی۔ ہم کافی دور مارکیٹ اسکوائر پہنچے جہاں ہر اتوار کو پہلوانی کے مقابلے ہوتے ہیں۔ اگر آپ صحیح وقت وہاں پہنچ جائیں تو آپ کو ملا عمر کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع بھی مل سکتا ہے۔ جو کبھی کبھی اپنی سیاہ ہیرو کے تاریک شیشوں سے ان مقابلوں کی جھلک دیکھنے کیلئے رکتے ہیں۔ اگر ان کا موڈ اچھا تو وہ اپنے ذاتی محافظوں کو مقامی پہلوانوں کے ساتھ مقابلے کیلئے بھی بھیجتے ہیں۔

ہم مزید آگے گئے اور چیچن سفارت خانے کی عمارت کے سامنے سے گزرے۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر وہ عمارت ہے جس میں پیغمبر اسلام کا چوغہ مبارک رکھا ہوا ہے۔ یہ چوغہ سنگ مرمر کے والٹ میں رکھا گیا ہے۔ قندہار کے لوگوں کو یقین ہے کہ یہ چوغہ حضرت محمد ﷺ نے زیب تن کیا تھا اس لئے اس کی زیارت کرنے والے کو بیماری سے شفا نصیب ہوتی ہے۔ ان کو اس پر بھی یقین ہے کہ قندھار کے حاکم کو اس چوغہ کی زیارت کی وجہ سے کابل کی حکومت ملی ہے۔

حقانیہ مدرسہ میں' میں نے اس چوغہ کے بارے میں کافی گفتگو سنی تھی۔ گزشتہ 250 سالوں کے دوران اس چوغہ کو اس زیارت گاہ سے تین مرتبہ ہٹایا گیا اور اسے احمد شاہ دارنی کے ساتھی واپس قندھار لائے۔

آخری مرتبہ اسے **1994**ء میں باہر نکالا گیا۔ ملا عمر نے اسے طالبان کی ایک ریلی میں زیب تن کیا۔ ملا عمر کی جانب سے اس چوغہ کے پہننے کے واقعہ کو بعض لوگوں نے توہین رسولؐ کے مترادف تصور کیا۔ تاہم لوگوں کی اکثریت نے اسے اپنا امیر المومنین مان لیا۔

زیارت گاہ کے احاطے میں جانا آسان نہیں ہے۔ طالبان نے میری رہنمائی کے لئے ایک طالب علم ملا حاجی محمد کو میرے ساتھ کر دیا تھا۔ ملا حاجی محمد حقیقت میں ملا نہیں تھا کیونکہ اس نے ابھی تک فائنل امتحان پاس نہیں کیا تھا۔ اسے اس بات پر حیرت تھی کہ میں آخر کیوں پیغمبر اسلام کا یہ چوغہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ دوسرا مسئلہ یہ بھی تھا کہ طالبان پولیس کے سپاہی جو سیاہ پگڑیوں اور سیاہ نقابوں میں ملبوس ہوتے تھے مسلسل یہاں گشت کرتے تھے۔ میں نے کوشش کی تو میرے ساتھ ایک فوٹوگرافر نینابر من تھی جو مقامی رواج کی طرح سیاہ چادر اوڑھے ہوئے تھے تاہم طالبان اسے جیعفر لاپیز کی حیثیت سے پہچانتے تھے اس لئے انہوں نے ہمیں سختی سے اندر داخل ہونے سے روک دیا۔ زیارت گاہ کے باہر ایک دانت کے درد کا درخت ہے۔ جب قندہار کے لوگ اپنے دانتوں میں تکلیف محسوس کرتے ہیں تو اس مردہ درخت میں ایک کیل ٹھونکتے ہیں۔ اسے بقول ان کے دانت کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اس درخت کے تنے پر ہزاروں کیلیں لگی ہوئی ہیں۔ ہمارے ترجمان نے بتایا کہ یہ درخت دانت کے درد کیلئے شفا ہے۔ اس نے کہا وہ خود بھی اس تجربہ سے گزر چکا ہے۔ اور ایک مرتبہ اس کے دانت میں بھی درد ہوا تو اسنے ایک کیل اس درخت میں ٹھونکی' چند منٹ میں اسکا درد ٹھیک ہو گیا۔ (کچھ عرصہ قبل طالبان حکومت کی توجہ اس شرک وبدعت کی طرف مبذول ہوئی تو انہوں نے اس شرک وبدعت کی جڑ "قدیم درخت" کو اکھاڑ کر جلا دیا ۔ادارہ) میں نے اس کے منہ کے اندر جھانکا۔ درحقیقت اس کے منہ میں جو دانت تھے وہ گھس گھسا کر زرد ہو چکے تھے۔ اقتدار کے چھ سال کے دوران طالبان نے جہاد تو خوب کیا لیکن افغانستان کے عوام کو طب وصحت کی سہولتیں قطعی فراہم نہیں کیں۔

اس دن میں اپنے ترجمان کے ساتھ اس زیارت گاہ کی طرف دوبارہ آیا تا کہ اسے دوبارہ دیکھنے کو کوشش کر سکوں۔ میرے ترجمان نے میرے ساتھ آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ ہم کار کے اندر ہی بیٹھے رہیں۔ مجھے اس وقت احساس ہوا کہ وہ میرے ساتھ زیارت گاہ میں جانے سے خوف زدہ تھا۔ ہم زیارت گاہ کے بڑے دروازے تک آئے جہاں پندرہ بیس نوجوان محافظ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں۔ میں اپنے ترجمان کی طرف مڑا کہ اسے انکے ساتھ بات چیت کے لئے کہوں لیکن وہ وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ زیارت گاہ کے محافظ مجھ پر سخت ناراض تھے۔ وہ بار بار مجھے "کافر" کہہ کر پکار رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے چار دیواری سے باہر نکال دیا۔ میں جب چار دیواری سے دور ہوا تو میرا ترجمان میرے قریب آیا اور

بولا کہ بہتر یہی ہے کہ ہم کار میں جا کر بیٹھیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ہم اسامہ بن لادن کا مکان دیکھ سکتے ہیں۔ اس نے جواباً نفی میں سر ہلایا۔ "ملا عمر کا گھر دیکھنے کے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے پوچھا "اس کی اجازت نہیں"۔ وہ بولا۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس وقت ہوئی جب اس نے مجھے جہادی مدرسہ کے قریب جانے سے بھی روک دیا۔ یہ قندہار میں سب سے بڑا مدرسہ ہے۔ میرے اصرار پر وہ بولا کہ کافروں کو مدرسہ میں جانے کی اجازت نہیں۔ "لیکن قرآن میں تو کہیں نہیں لکھا کہ غیر مسلم کسی مدرسہ یا اسکول کی عمارت میں نہیں جا سکتے۔" میں نے کہا۔ "آپ کو کیسے پتہ چلا" وہ بولا۔

"کیونکہ میں نے قرآن پڑھا ہے" میں نے کہا۔ "عربی زبان میں" اس نے پوچھا۔

"نہیں انگریزی میں" میں بولا۔ "تو کیا قرآن مجید انگریزی میں بھی ہوتا ہے" وہ حیران ہو کر بولا۔

اگلے دن اپنی نقل و حرکت پر مسلسل پابندیوں اور اپنے ترجمان ملا محمد کے فتووں سے تنگ آکر میں نے طالبان کے وزیر خارجہ سے ملا محمد کے عجیب و غریب نظریات کی شکایت کی۔

وکیل احمد متوکل کی شخصیت عجیب و غریب ہے اور ان کی داڑھی اس قدر بے ترتیب اور پھیلی ہوئی ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب تک پہنچی ہوئی ہے۔ تاہم وکیل احمد متوکل طالبان کے ان چندر ہنماؤں میں سے ایک ہیں جو بڑی حد تک اعتدال پسند ہیں۔ اور جدیدیت کے حامی ہیں۔ تاہم ان سے کوئی بات اگلوانا بڑا مشکل کام ہے۔ چنانچہ میں نے ان سے پہلے ذاتی سوالات کئے اور پوچھا کہ ان کے کتنے بچے ہیں۔

"میرے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے" انہوں نے کہا۔ مجھے مزید سوال کا موقع دیئے بغیر بولے۔ "میں اپنے بچوں میں سب سے زیادہ محبت اپنی بیٹی سے کرتا ہوں"

وکیل احمد متوکل ملا محمد کے ساتھ میری پریشانی کو خوب سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا "اس کا رویہ قابل معافی ہے" لیکن ہمارے زیادہ تر نوجوان امریکا کے افغانستان پر میزائل کے حملوں اور اسامہ بن لادن پر امریکا کے بے بنیاد الزامات کی وجہ سے امریکہ اور مغربی صحافیوں سے متنفر ہو گئے ہیں۔ گویا امریکا نے اپنی حرکتوں سے خود اپنے خلاف رائے عامہ کو تیار کیا ہے" "یہ سب کلنٹن انتظامیہ کا قصور ہے" وزیر خارجہ وکیل احمد متوکل نے اس کی وضاحت کی۔

"ہم نے امریکا کے خلاف کچھ نہیں کیا" متوکل کہہ رہے تھے "لیکن یہ امریکا کا اصرار ہے کہ ہم اس کے دشمن ہیں۔" "متوکل خود بھی امریکا کو پسند نہیں کرتے۔ امریکا میں والدین اپنے بچوں سے محبت نہیں کرتے' متوکل نے مجھے مطلع کیا۔ میرا تاثر یہ تھا کہ ایک عام افغان امریکا کے بارے میں کافی گرم جوش ہے اس کی وجہ وہ امداد ہے جو امریکا نے سویت روس کے خلاف جدوجہد میں افغانوں کو فراہم کی۔ تاہم میں نے یہ گرم جوشی اپنے

ترجمان میں نہیں پائی۔ وکیل احمد متوکل سے ملاقات کے دو دن بعد میں نے ملا محمد سے پوچھا کہ وہ امریکا کے بارے میں کیا خیالات رکھتا ہے "امریکا وہ ملک ہے جو اسامہ کو قتل کر دینا چاہتا ہے "اس نے کہا "اسامہ مسلمانوں کیلئے ایک عظیم ہیرو کا درجہ رکھتا ہے"۔ "کیا امریکا کی کوئی چیز تمہیں پسند ہے "میں نے پوچھا۔ اس نے کچھ دیر تک سوچا پھر بولا "کینڈی، امریکا سے آنے والی کینڈی مجھے پسند ہے۔"

ملا محمد کی عمر 17 سال تھی اور اس کی طبیعت میں پاکستان کے اسلامی مدرسوں کے دوسرے طلبہ کا کلچر اور مزاج پایا جاتا تھا۔ میں نے طالبان کی روحانیت کو کھنگالنے کیلئے اس سے سوالات کرنا شروع کئے۔ ملا محمد قندھار میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ کوئٹہ کے قریب افغان کیمپ میں گزارا۔ اس نے اپنی ساری زندگی دینی مدرسوں میں گزار دی۔ اس نے کبھی میتھ، سائنس، انگریزی، کمپیوٹر یا تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا۔ اس نے 9 سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ تاہم اسے عربی زبان نہیں آتی اور اس کی اپنی زبان پشتو ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا اس نے قرآن مجید کے علاوہ بھی کوئی کتاب پڑھی ہے تو اس نے بتایا کہ اس نے حدیث کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ دوسری کتابیں بھی پڑھنا چاہتا ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ اسے دوسری کتابوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا عورتوں سے اس کی دوستی ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ وہ صرف اپنی بہنوں کو جانتا ہے۔ ان کے علاوہ کسی عورت سے واقف نہیں۔ مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ اس کی ماں نے اس کے بالغ ہونے کے بعد اسے کبھی پیار نہیں کیا۔ وہ موسیقی نہیں سنتا۔ اس نے کبھی کوئی فلم نہیں دیکھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ مستقبل میں کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ شمالی اتحاد کے خلاف جہاد میں حصہ لے چکا ہے اور آئندہ موقع ملا تو دوبارہ حصہ لیگا۔

"اگر تم اس جنگ میں شہید نہ ہوئے تو کیا کرو گے "میں نے پوچھا۔

"میں اپنے اصل کام پر واپس چلا جاؤں گا۔ "اس نے کہا۔ "تم وزارت اطلاعات میں کیوں کام کرنا چاہتے ہو" میں نے پوچھا۔ "یہ میری باقاعدہ ملازمت نہیں ہے "اس نے کہا۔

"پھر تم کیا کرو گے"۔ "میں ایک معلم ہوں اور بچوں کو قرآن پڑھاتا ہوں "اس نے کہا۔

یہ وہ علم تھا کہ جو مولانا سمیع الحق نے ایک 9 سالہ لڑکے کو منتقل کیا اور جو بھی ان کے مدرسہ میں داخل ہوتا ہے یہی سب حاصل کرتا ہے۔ مولانا سمیع الحق امریکا کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں کہ امریکا پر یہودیوں کا کنٹرول ہے اور یہودی شیطان کے چیلے ہیں۔ مولانا سمیع الحق کے لئے دنیا دو حصوں میں تقسیم ہے۔ دارالحرب اور دارالاسلام۔ دارالحرب وہ جگہ ہے جہاں جنگ جاری رہتی ہے اور دارالاسلام کے معنی امن کی جگہ۔ دنیا بھر میں مسلمان دارالاسلام ہیں اور ان کے سوا ہر چیز دارالحرب ہے۔ 1980ء کے عشرے میں سوویت یونین بجاد

پرست مسلمانوں کے لئے دار الحرب تھا اور آج کل امریکا دار الحرب ہے۔

راسخ العقیدہ اور جہاد پرست مسلمانوں کا دشمن نمبر ایک سوویت یونین کے بعد امریکا کیسے ہو گیا۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جو امریکا کے پالیسی سازوں کے لئے نہایت غور و فکر کا حامل ہے۔ (یہ سوال تو مسلمانوں کو امریکہ سے کرنا چاہیے کہ کمیونزم کو مسلمانوں کی بدولت شکست سے دوچار کرنے والوں کو تم نے اپنا دشمن نمبر ایک کیوں ٹھہرالیا ہے ؟ مسٹر جیفری الٹی گنگا بہا رہے ہیں۔ ادارہ) ایک مکتب فکر یعنی مولانا سمیع الحق کا کہنا ہے جو سمجھتا ہے کہ سارا قصور امریکہ کا ہے۔ امریکہ کی استعماریت، امریکی سماجی جنسی قدریں اور ان کی اسلامی ملکوں کو ذرائع ابلاغ کے ذریعہ برآمد اس کی اصل ذمہ دار ہے۔ دوسرے مکتب فکر کا خیال ہے کہ اسلام اپنی فطرت کی بنا پر دوسری تہذیبوں کے ساتھ مسلسل مسابقت میں ہے۔ یہ نظریہ ہاورڈ کے ایک پولیٹیکل سائنٹسٹ سیموئل ہنٹنگٹن نے پیش کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلام دوسری تہذیبوں یہودی ازم، عیسائیت، ہندوازم وغیرہ کا غلبہ برداشت نہیں کر سکتا اسلئے ان ازموں کے ساتھ اس کی جنگ ناگزیر ہے۔ سمیع الحق کی طرح دوسرے پاکستانی، حد یہ ہے کہ سیکولر ذہن رکھنے والے لوگ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف امریکا کی موجودہ پالیسی یہودیوں اور ہندوؤں کی سازش کا نتیجہ ہے۔ پاکستان کی انٹیلی جنس ایجنسی، آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل حمید گل نے مجھ سے کہا کہ اسرائیلی لابی (AIPAC) امریکا کی پاکستان پالیسی وضع کرتی ہے۔

"یہودیوں اور برہموں میں بہت سی قدریں مشترک ہیں" جنرل حمید گل نے کہا۔

"یہودی اپنے مزاج میں اعلیٰ ذات کے ہندو برہموں کی طرح ہیں"۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں" میں نے پوچھا۔

"دونوں سود خور ہیں" انہوں نے شائیلاک کے انداز میں دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ (شائیلاک شیکسپیئر کا ایک سود خور کردار تھا۔ مترجم)

مولانا سمیع الحق کا نقطہ نظر ہے کہ امریکہ اور مغرب اللہ کے نظام کے دشمن ہیں اس لئے جہاد کیلئے تیاریوں کی ضرورت کبھی ختم نہیں ہو گی۔ جہاد ایک ایسا تصور ہے جسے مغرب نے کبھی نہیں سمجھا۔ جہاد کے معنی صرف "مقدس جنگ" نہیں ہیں۔ اس کے معنی "مسلسل جدوجہد" کے ہیں اور اسلام کے روایتی شعور کے مطابق دو قسم کے جہاد ہیں۔ بڑا اور چھوٹا۔ بڑا جہاد یہ ہے کہ جو انسان خود اپنی روح کو راہ راست پر لانے کے لئے شیطان کے خلاف کرتا ہے۔ چھوٹے جہاد سے مراد مسلح جدوجہد ہے۔

جب بھی میں کسی عام مسلمان سے ملتا ہوں تو اس سے ایک ہی سوال کرتا ہوں۔ اسلام کے لئے کون سا جہاد زیادہ اہم ہے چھوٹا جہاد یا بڑا جہاد ؟ اس کا جواب مجھے یہ ملتا ہے کہ شیطانی تصورات کو کچلنے کی جدوجہد اپنی جگہ

ہے اور بیرونی حملہ آور کے خلاف مسلح جنگ اپنی جگہ۔ تاہم پاکستان اور افغانستان میں مولانا سمیع الحق اور دوسرے ملاؤں سے مجھے مختلف جواب ملا" دونوں کی مساوی اہمیت ہے۔ مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف جہاد ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔ اسلام ایسا مذہب ہے جو خود اپنا دفاع کر سکتا ہے اس لئے مسلمان کے دل کے اندر شیطان کے خلاف جدوجہد سے زیادہ مسلح جہاد ضروری ہے۔ میرے۔ لئے یہ بے حد حیرت انگیز بات ہے، کیونکہ میں نے فلسطین میں حماس کے رہنماؤں اور مصر میں اخوان کے رہنماؤں سے اسی قسم کا سوال کیا تو ان کا جواب مختلف تھا۔

میں نے ملا عمر سے جب ملاقات کی اجازت مانگی تو انہوں نے مجھ سے ملنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ غیر مسلموں سے نہیں ملتے۔ یہ ایسی بات تھی جس کی تائید قرآن یا حدیث سے نہیں ہوتی (ملا عمر کا امریکی یہودی صحافی سے ملنے سے انکار غالباً "سیکورٹی" کی وجوہ کی بنا پر تھا۔ مترجم)۔ میں نے ملا عمر کو ایک تحریری سوال بھیجا جس میں دونوں قسم کے جہاد کے متعلق پوچھا گیا تھا۔ اپنے تحریری جواب میں انہوں نے کہا کہ دونوں جہادوں کی اپنی اپنی جگہ یکساں اہمیت ہے۔ اپنے اندر شیطانی خواہشات کے خلاف جہاد اور باہر دین کے دشمنوں کے خلاف جہاد۔ دونوں میں سے کوئی ایک جہاد اہمیت میں دوسرے سے کم نہیں۔ مولانا سمیع الحق کا کہنا تھا کہ جہاد کی کوئی حد نہیں ہے اور جہاد کے معاملے میں کمی کی کوئی گنجائش نہیں۔ "تو اس وقت جہاد کہاں جاری ہے؟" میں نے پوچھا "کیا بھارت کے خلاف؟" "جی ہاں" مولانا سمیع الحق نے کہا "کشمیر کی آزادی کی جدوجہد ایک جہاد ہے"۔

انہوں نے مزید کہا کہ جہاد سربیا، روس، اسرائیل اور شمالی اتحاد کی خلاف جاری ہے۔ انہوں نے کہا کہ سعودی عرب پر اپنی فوجیں اتارنے کے جرم میں امریکا کے خلاف بھی جہاد ضروری ہے۔ امریکی فوجی حرم شریف کی مقدس سرزمین کو اپنے ناپاک جوتوں سے روند رہے ہیں اس لئے ان کے خلاف جہاد لازم ہے۔ اس جہاد میں امریکی فوجی نشانہ ہونے چاہئیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ اپنے ہزاروں طالب علموں کو یہی تعلیم دیتا ہیں۔ تو اس نے کہا ہم اپنے طلبہ کو اسلام کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ کوئی فوجی اسکول نہیں۔

حق کا راز یہ نہیں کہ حقانیہ مدرسہ دہشت گردوں کی تربیت کا کیمپ ہے اور نہ ہی طالبان ایسا کر رہے ہیں۔ راز وہ ہے جو حقانیہ مدرسہ میں دو گیارہ سالہ طالب علموں نے میری طرف انگلیوں سے وی (V) کا اشارہ کر کے آشکارا کیا اور اسامہ بن لادن کی حمایت میں اپنے ہاتھ بلند کئے اور راز وہ 17 سالہ ملا محمد کی شخصیت ہے جو قرآن کے علاوہ کچھ نہیں پڑھنا چاہتا اور اس جیسے ہزاروں طالب علم پاکستان اور افغانستان میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان غریب بچوں کو دنیا کی کوئی خبر نہیں ہے اس لئے وہ موزوں ترین جہادی مشینیں ہیں۔

رپورٹ : محمد نثار

تحفظ دینی مدارس کے زیر اہتمام لاہور میں تمام مسالک کا نمائندہ ''تحفظ دینی مدارس کانفرنس'' کا اہم اجتماع

مورخہ ۶ اگست کو تحفظ مدارس دینیہ کے کنونیر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی دعوت پر تمام مکاتب فکر کا ایک عظیم الشان کنونشن جامع نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں (دیوبندی) بریلوی' اتحاد العلماء (جماعت اسلامی) اہل حدیث سے وابستہ مدارس دینیہ کے مہتممین اور مشائخ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ کنونشن سے قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے علاوہ مولانا قاضی عبداللطیف' مولانا محمد حنیف جالندھری' مولانا زاہد الراشدی' مولانا محمد امجد خان' مفتی عبدالقیوم ہزاروی' ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی' صاحبزادہ محمد امین الحسنات' مولانا عبدالمالک' مولانا گوہر الرحمان اور دیگر علما نے خطاب کیا۔

اس نمائندہ کنونشن نے مدارس دینیہ کو حکومت کی جانب سے ارسال کئے گئے فارموں کو یکسر مسترد کیا اور تمام مدارس کو ہدایت کی گئی کہ فارموں کو پر نہ کریں۔ کنونشن میں یہ طے پایا کہ حکومتی دباؤ کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔

مدارس دینیہ کے خلاف جاری مہم کو روکنے کے لئے دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا مدظلہ شروع دن سے ہی سرگرم عمل ہیں اور اس سلسلے میں دارالعلوم حقانیہ میں دو ماہ قبل ایک نمائندہ اجلاس بھی منعقد ہوا تھا اور اس میں ایک نمائندہ کمیٹی کا فیصلہ بھی ہوا تھا۔ اس کمیٹی نے الحمدللہ اب تک بڑا فعال کردار ادا کیا ہے۔ راولپنڈی اور اسلام آباد میں اس کے کئی موثر اجلاس ہوئے۔ اور پھر کراچی میں بھی ۲۷ جولائی سے یکم اگست تک مختلف مقامات اور مدارس میں تحفظ دینی مدارس کانفرنسوں کا اہتمام کیا گیا۔ کراچی میں بھی تمام مسالک نے حضرت مولانا مدظلہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مدارس دینیہ کانفرنس میں بھرپور شرکت کی اور اہل کراچی کے تمام مدارس اور علماء نے بھی سروے فارموں اور دیگر حکومتی منفی اقدامات کو مسترد کردیا۔

تحفظ دینی مدارس کے سلسلے میں جمعیت علمائے اسلام کے زیر اہتمام صوبہ پنجاب کے مختلف اضلاع اور دور دراز مقامات پر ۲۰ اگست سے حضرت مولانا مدظلہ دس روزہ تفصیلی دورے کا آغاز کر رہے ہیں۔ ان اجتماعات کے ذریعے رائے عامہ کو حکومت کے مدارس کے خلاف اقدامات سے آگاہ کیا جائے گا۔

افکار و تاثرات ______________ قارئین بنام مدیر

برادرم راشد الحق صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خوشی ہورہی ہے کہ خانوادہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے ایک بار پھر آپ کی صورت میں ایک صاحبِ قلم ابھر رہا ہے۔ مجھے ہمیشہ شیخ الحدیث حضرت الاستاد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے شکوہ رہا تھا کہ آپ نے نقش آغاز لکھنا کیوں چھوڑ دیا ہے ؟ کیا اس کی ضرورت نہیں رہی ؟ وہ اپنی اہمیت کھو گئی یا آپ ہمت ہار گئے ؟ لیکن الحمدللہ "جینز" نے کام کر کے دکھایا اور وہ کمی آپ کی صورت میں پوری ہو گئی اور ایک بار پھر یہ ثابت ہوا کہ ضروری نہیں کہ آدمی عصر حاضر کی کسی یونیورسٹی میں جرنلزم کے شعبے میں پڑھ چکا ہو۔ بلکہ یہی مدارس چٹائیاں اور ٹاٹ اب بھی مختلف میدانوں کے نئے اہل افراد تیار کرتے ہیں۔ پھر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمہ اللہ پر آپ نے ان کے متعلق الحق کی خصوصی اشاعت کے اداریہ میں جو کچھ لکھا تھا وہ واقعی مثالی تھا۔ ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ماہنامہ الحق میں دارالعلوم کے شب و روز کے عنوان میں آئے روز بین الاقوامی سکالرز' مغربی صحافیوں اور بالخصوص مغربی وفود و سفارت کاروں اور سیاستدانوں وغیرہ کی آمد کے متعلق پڑھتا رہتا ہوں۔ ان کا آنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک نیک فال ہے اس حوالے سے کہ شاید اگر وہ انصاف کی آنکھ سے دیکھیں اور صحیح احوال دنیا کے سامنے پیش کریں کہ بھئی یہ مدارس اسلامیہ دہشت گرد نہیں بلکہ "مہذب دہشت گردی" کے دور میں یہ صحیح انسان کامل پیدا کر رہے ہیں۔ یہی دنیا کو امن دوستی کا گہوارہ بنانے والے ہیں۔ فرزند اقبال کے بعد جنرل حمید گل کا آنا اور طالبان دارالعلوم کی تحسین کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اب حقائق کھل رہے ہیں۔ اور مغرب اور ان کی ٹیکنالوجی سے متاثر حضرات بھی سمجھنے لگے ہیں کہ اصل فکر یہیں سے مل رہی ہے اور میں تو کہوں گا کہ یہ ہمارے شیخ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی زندہ جاوید کرامات ہیں کہ آج دارالعلوم حقانیہ پوری دنیا کے توجہات کا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہاں (امریکہ) میں اپنے خطبات' دروس' لیکچرز میں دارالعلوم حقانیہ اور اسکی خدمات کا تذکرہ کر کے یہاں کے باسیوں کو ان مدارس کی اہمیت سے آگاہ کرتا رہتا ہوں۔ ایک وقت یا ایک "برزخی کیفیت" ایسی بھی گذاری ہے جبکہ سیاسی جھمیلوں نے کچھ ابنائے دارالعلوم کو بظاہر کسی حد تک لاتعلق کر دیا تھا۔ لیکن ذاتی طور پر میں تو کہوں گا ٹھیک ہے کہ سیاسی سطح اور میدان میں راقم دوسری جانب کو صحیح سمجھتا تھا لیکن اس کے باوجود دارالعلوم اور خانوادہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ سے عقیدت میں میں نے کبھی خلل نہیں آنے دیا۔ لیکن الحمدللہ ایک بار پھر دارالعلوم کے ساتھ سابقہ (سیاسی) متعلقین و فضلاء کا تعلق بڑھ رہا ہے جیسا کہ میں نے الحق میں دیکھا کہ

مولانا فضل الرحمان صاحب بھی مولانا سمیع الحق صاحب سے ملنے کے لئے دارالعلوم تشریف لائے تھے اور بیان بھی کیا۔ یہ پڑھ کر انتہائی خوشی محسوس ہوئی۔

آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ پرانے روٹھے ہوئے ساتھیوں سمیت اغیار بھی دارالعلوم آنے شروع ہو رہے ہیں جب اپنے آپس میں مل جاتے ہیں تو انکی عزت اوروں کی نظروں میں بھی بڑھ جاتی ہے۔ محترم قاری عبداللہ صاحب ہوں والے کا مکتوب دیکھا تو مزید خوشی ہوئی کہ وہ بھی آپ کے ساتھ مشفقانہ تعلق رکھتے ہیں ورنہ کچھ لوگ ایسے تھے جو ان حضرات کی ہر وقت مخالفت کرتے تھے۔ اور انہوں نے ہی دوریاں پیدا کیں۔ نئے ملکی اور عالمی حالات میں دارالعلوم کے تمام ابناء اور جمعیت کے راہنماؤں کا اکھٹا ہونا انتہائی نیک اور خوشگوار فال

تمام احباب کو سلام کو عرض کریں۔

والسلام

(مولانا) قاضی فضل اللہ حقانی

Islamic Centre Northidge USA

....

جناب راشد الحق حقانی صاحب

السلام وعلیکم۔		امید ہے خیر وعافیت ہو نگے۔

جولائی ۲۰۰۰ء الحق کا اداریہ "تحریک طالبان افغانستان سے چند گزارشات" بہت پسند آیا۔ اس کی کئی فوٹو کاپیاں کیں اور یہاں ہمدردوں میں تقسیم کیں تاکہ وہ اس پر غور کریں۔ میرا خیال ہے کہ اس ضمن میں ایک تفصیلی مضمون لکھوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے "الحق" کے آئندہ شماروں میں شائع کر دیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پورے قضیہ اور اس سے متعلقہ معاملات کا از سر نو مطالعہ کیا جائے اور اس سلسلے میں غیر جذباتی انداز اختیار کیا جائے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ خود احتسابی کی روایت کو ایک کلچر کے طور پر اختیار کیا جائے اس سے بہت سے غلط فیصلوں سے محفوظ رہنا ممکن ہو جائے گا۔ ۱۹ ویں صدی کے اوائل میں سید احمد شہیدؒ کی جہادی مساعی اپنے مطلوبہ مرام تک کیوں نہ پہنچ سکیں؟ ۱۹۱۹ء کے بعد دیوبند کے اکابر حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسنؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے مسلح تحریکات کی جگہ پر امن عوامی اور سیاسی جدوجہد کا راستہ کیوں اختیار کیا؟ یہ وہ نکات ہیں جن کا مطالعہ دینی طبقوں کے لئے بہت اہم ہے۔ خاص کر دور معاصر میں ان تحریکات کا بھر پور جائزہ اور معروضی سمجھ بہت ضروری ہو گئی ہے۔ ہماری ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ اسلامی تاریخ سے دینی طبقوں کی واقفیت زیادہ عمیق نہیں۔ جس کی وجہ سے لائحہ عمل ترتیب دینے میں جھول رہ جاتے ہیں یہ چند

سطور دل کے اندرونی درد کی وجہ سے لکھ رہا ہوں۔ کسی کی خفت مقصود نہیں۔ اپنے آپ کو علماء کا خاک پا سمجھتا ہوں اور دینی طبقے کے ساتھ اپنے تعلق پر فخر محسوس کرتا ہوں۔

فقط والسلام

دعاگو ڈاکٹر قبلہ ایاز

پشاور یونیورسٹی شعبہ مطالعات سیرت

....

محترم ایڈیٹر صاحب السلام علیکم۔

اس سال ماہ محرم میں امریکہ کے شہر بفلو' نیویارک کے دار العلوم المدنیہ کا پہلا جلسہ ختم بخاری شریف منعقد ہوا۔ اس جلسے میں براعظم امریکہ کے تین طلباء چھ سالہ درس نظامی مکمل کر کے فارغ ہوئے۔ براعظم امریکہ میں یہ جلسہ ایک تاریخی حیثیت کا حامل تھا۔ اس سے پہلے دنیا کے اس خطے میں بخاری شریف کا ختم کبھی بھی نہیں ہوا۔ الحمد للہ 'اس خاکسار کو اس تاریخی جلسے میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور فارغ ہونے والے طلباء میں میرا اپنا بیٹا بھی شامل تھا۔ ثم الحمد للہ۔ یہ رپورٹ الحق کے لئے ارسال کر رہا ہوں۔

والسلام

فقط

(ڈاکٹر) محمد صادق' کینیڈا

....

محترم مدیر صاحب۔

الحق کے گزشتہ جولائی کے شمارے کے اداریہ میں آنجناب نے تحریک طالبان کے متعلق جو کچھ لکھ ہے وہ ہمارے دلوں کی آواز ہے۔ جو آپ نے طالبان کے نام بڑے سلیقے او تدبر کے ساتھ پیش کر دیں ہیں۔ اس نازک مرحلے پر آپ کا یہ اداریہ ان کے لئے مشعل راہ کا کام انجام دے سکتا ہے۔ ماہنامہ الحق اور آپ کا یہ مبارک قدم قابل تحسین ہے۔ کہ آپ نے اس سنگین صورتحال میں اور نازک مسئلے پر بڑے ہی مدبرانہ انداز میں ان کو مستقبل کے خطرات اور زمانے کے حالات پر انہیں سمجھایا ہے۔ یہ بارش کا پہلا قطرہ ہے۔ ان شاء اللہ آپ کی یہ کوشش بہرہ مند ثابت ہوگی۔

والسلام

آپکا مداح

پروفیسر محمد جاوید' از جامعہ کراچی

جولائی کے شمارے میں "رجم کی سزا اور حدود آرڈیننس 1979ء" کے مضمون میں چند اغلاط کی تصحیح۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔ ادارہ ان اغلاط پر صاحب مضمون اور قارئین سے معذرت خواہ ہے

غلطی کا مقام	غلط	صحیح	غلطی کا مقام	غلط	صحیح
ص۲۰۔ س۔۷	زنا کے ارتکاب کے تمام مواقع	موانع	ص۲۴ س۱۶	إلا باحدی ثالث	إلا باحدی ثلاث
، ، ، ، ۹	فإذا حسن	فإذا احصن	ص۲۴ س۲۰	الشیب بالشیب	الثیب بالثیب
، ، ، ، ۱۵	یاتو اباریعة شہداء	یاتوابأربعة شہداء	ص ۲۵ س۶ " " " ۱۳	جرم کا اعتراف کی اور عوت اگر	جرم کا اعتراف کیا اور عورت اگر
، ، ، ، ۱۶	فقہاء نزدیک	فقہاء کے نزدیک	ص۲۶ س۱	زنا کرنا شہوت سے	زنا کرنا شہادت سے
، ، ، آخری سے پہلی سطر	احصان الرجیم	احصان الرجم	، ، ، ، ۳	محض زانی	محصن زانی
ص۔۲۱ سطر۔۱	احصان الرجیم	احصان الرجم	، ، ، ۱۳	Shall executed	Shall be executed
، ، ، ۹	إذا عقدا صحیحا	إذا عقد عقداً صحیحا	ص۲۷ س۳	إنه یضرله	إنه یحفر له
، ، ، ۱۲	جماع کی وقوع پزیر	جماع کے وقوع پذیر	ص۲۹ س۵	مانع حمل کے طریقے	مانع حمل طریقے
، ، ، ۱۴	ان تمام مشروط	ان تمام شروط	، ، آخری سطر	ٹکڑے ٹکڑے	ٹکڑے
ص۔۲۲ سطر۶	عرض کی ان میں سے	عرض کیا کہ ان میں سے	ص۳۰ س۱۶	ارتکاب سے رکتا ہے	ارتکاب سے روکتا ہے۔
ص۲۳ س۱۸	اس میں گویا کہ	اس میں گو کہ			
ص۲۴ س۵	وکان الزانی محضاً	وکان الزانی محجناً			

ادبیات

مولانا محمد ابراہیم فانی

ام المومنین صدیقہ کائنات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

☆ ☆ ☆

تو حبیب کبریا کی ہے حبیبہ عائشہؓ — بو بکر صدیقؓ کی اے نوردیدہ عائشہؓ
عرش اعظم سے خدا نے بھیجے ہیں تجھ پر سلام — اللہ اللہ یہ مقدر یہ نصیبہ عائشہؓ
حشر تک آرام فرما تیرے حجرے میں نبیؐ — مہبطِ انوار مولا تیرا حجرہ عائشہؓ
جن کی عظمت پر ہے نازاں ملت ختم الرسلؐ — دیں کی تعبیر مجسم وہ فقیہہ عائشہؓ
افك کے موقع پر یہ تنزیل سورۃ نور کی — آپ کی عفت پہ شاہد اے عفیفہ عائشہؓ
پیار سے جن کو بلاتے رحمۃ للعالمینؐ — یا حمیرہ یا حمیرہ وہ حمیرہ عائشہؓ
واسطے جو آپ کے ہے مغفرت رزق کریم — ہے تمہارے ساتھ قرآں کا یہ وعدہ عائشہؓ
تیرے احسانات امت پر ہیں ام المومنینؓ — غیر ممکن ہم چکا دیں ان کا بدلہ عائشہؓ
نازش پاکیزگی اک پیکر عفت مآب — طیبہ و طاہرہ ہاں وہ زکیہ عائشہؓ
جو لوائے لشکر اسلام جنگ بدر میں — وہ بھی آخر میں رہا تیرا دوپٹہ عائشہؓ
تیرا دشمن روسیاہ تیرا عدو رب کا عدو — کس قدر علیا و بالا تیرا رتبہ عائشہؓ
اپنے اس گمنام بیٹے پر بھی ہو نظر کرم — تیری مدحت فانی عاجز کا توشہ عائشہؓ

شفیق فاروقی

دار العلوم کے شب وروز

دار العلوم کے ششماہی امتحانات کا انعقاد :

۵ اگست کو دار العلوم کے ششماہی امتحانات کا آغاز ہوا۔ حسب سابق ایوان شریعت کے وسیع ہال اور گیلریوں میں امتحانات کے انعقاد کا انتظام کیا گیا تھا۔ اسی کے ساتھ دار العلوم کی جامع مسجد کو بھی امتحان گاہ کے طور پر استعمال کیا گیا۔ کیونکہ طلباء کی تعداد اس دفعہ بھی کافی ہے۔ حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور دیگر تمام مشائخ اور اساتذہ نے امتحانات کے دوران مکمل سرپرستی کی۔ بعد میں دار العلوم کی طرف سے چار روز کی تعطیلات کا اعلان کیا گیا۔ اس سے ایک ماہ قبل سہ ماہی امتحانات میں امتیازی نمبرات حاصل کرنے والے طلباء کے لئے تقریب تقسیم انعامات کا انعقاد بھی ایوان شریعت میں کیا گیا تھا جس میں کامیاب ہونے والے طلبا انعامات و اعزازات سے نوازے گئے۔ اسی طرح سہ ماہی امتحانات میں کامیاب اور ناکام ہونے والے طلباء کے نتائج کے کارڈ بھی ان کے سرپرستوں کے نام دار العلوم کے "شعبہ تعلیمات" نے ارسال کردیئے ہیں۔ تاکہ ان کے سرپرستوں کو اپنے بچوں کی تعلیمی کارکردگی کا اندازہ ہوسکے۔

مسلم لیگی رہنماؤں کی آمد :

۴ اگست بروز جمعہ دار العلوم میں مسلم لیگ کے سینئر ممبران اور اہم رہنماؤں کا ایک اہم نمائندہ وفد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لایا۔ وفد کی قیادت قومی اسمبلی کے سابق اسپیکر جناب فخر امام کر رہے تھے۔ آپکے ہمراہ سابق وفاقی وزیر عبدالستار لالیکا' میاں محمد عمر فاروق ڈی آئی خان' سردار حیات ٹمن' چوہدری غلام سرور چیمہ تھے۔

وفد نے مولانا کو اپنے خیالات اور لائحہ عمل سے آگاہ کیا۔ اور ان سے سرپرستی فرمانے کے لئے تعاون طلب کیا۔ یاد رہے کہ مسلم لیگ کے یہ ارکان نواز شریف کے آمرانہ اور شخصی اقتدار و اختیار سے نالاں ہیں۔

عالمی متنازعہ کتاب "دی طالبان" The Taliban کے مصنف احمد رشید کی آمد

گزشتہ دنوں مشہور عالمی متنازعہ کتاب "دی طالبان" کے مصنف جناب احمد رشید سابق وفاقی وزیر داخلہ جناب نسیم احمد آہیر کے ساتھ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ آپ نے حضرت مولانا مدظلہ سے مختلف موضوعات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔ ملاقات میں تحریک طالبان پر

خصوصیت کے ساتھ بات چیت ہوئی۔ احمد رشید صاحب سیکولر ذہن اور قلم کے مالک ہیں۔ "دی طالبان" نامی یہ کتاب انگلش لٹریچر تحریک طالبان کے متعلق میں سب سے زیادہ شائع ہونے والی اور پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ جس کے امریکہ اور لندن میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ کتاب میں تحریک طالبان کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ اور انکے بارے میں طرح طرح کے منفی الزامات بھی لگائے گئے ہیں۔ مصنف کے اس رویہ پر مدیر الحق جناب راشد الحق صاحب نے کتاب کے مصنف کے ساتھ طویل بحث و تمحیص کی۔ اور دینی حلقوں کے جذبات کو مجروح کرنے پر کتاب کے مصنف سے احتجاج کیا۔ دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے متعلق بھی صفحہ نمبر لکھا گیا ہے۔

لاطینی امریکہ برازیل کے اخباری نمائندے کی آمد :

۲۵ جولائی کو دارالعلوم حقانیہ میں برازیلی اخبار کے بیورو چیف پاکستانی صحافیوں کے ساتھ حضرت مولانا مدظلہ سے انٹرویو کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے انٹرویو میں تحریک طالبان، دینی مدارس، دہشت گردی، اسامہ بن لادن اور دیگر عالم اسلام کے اہم مسائل پر سوالات کئے۔ مولانا مدظلہ نے تحریک طالبان اور عالم اسلام کا موقف بھرپور انداز میں ان کے سامنے پیش کیا۔ اور امریکہ کی منافقانہ اور متضاد پالیسی پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

ہفت روزہ "ندائے ملت" کا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں خصوصی رپورٹ :

۱۹ جولائی بروز بدھ کو معروف اردو میگزین "ندائے ملت" نے انتہائی اہمیت اور خصوصیت کے ساتھ حضرت مولانا مدظلہ اور دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں انتہائی اہم فیچر اور انٹرویو شائع کیا ہے۔ اب تک پاکستانی پریس میں دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں یہ سب سے زیادہ مفصل رپورٹ لکھی گئی ہے۔ یہ انٹرویو اور رپورٹ ندائے ملت کے رکن ادارتی تحریر جناب انوار حسین ہاشمی نے مرتب کی ہے۔

دارالعلوم میں تاجکستانی طالب علم محمود جان کی حادثاتی شہادت :

۱۹ جولائی کو دارالعلوم میں ایک المناک حادثہ ہوا۔ تاجکستان سے تعلق رکھنے والے طالب علم محمود جان جو اپنے ہاسٹل "احاطہ ماء وراالنہر" کی چھت پر ٹہل رہا تھا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسل گیا اور نیچے عید گاہ کے لوہے کے جنگلے کے ساتھ ٹکرا گیا اور اس کے سر میں شدید چوٹ آئی۔ فوراً اس طالب علم کو مولانا حامد الحق صاحب طبی امداد پہنچانے کے لئے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ فوری علاج معالجے کے بعد ڈاکٹروں کے مشورے کے بعد اسے واپس دارالعلوم لایا گیا لیکن آخرِ شب میں اچانک اس معصوم طالب علم نے جان جانِ آفریں کے سپرد

دکر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ چھوٹا طالب علم شعبہ حفظ میں متعلم تھااور گزشتہ سات برس سے طلبِ علم کے راستے میں اپنے والدین اور وطن سے دور تھا۔اور ابھی تھوڑے ہی عرصہ پہلے دوسرے شہر سے دارالعلوم حقانیہ میں منتقل ہوا تھا۔ نماز جنازہ بعد از نماز عصر عید گاہ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے پڑھائی۔ جامعہ کے تمام مشائخ' طلباء اور اکوڑہ خٹک کے شہریوں نے کثیر تعداد میں نماز جنازہ میں شرکت کی۔بعد میں اس معصوم تاجکستانی طالب علم کو دارالعلوم کے مرکزی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔اس غریب الوطن طالب علم کی المناک شہادت پر اس موقع پر ہر آنکھ اشکبار تھی۔اللہ تعالیٰ اس شہید علم پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ہزاروں میل دور اپنے لختِ جگر سے محروم پسماندگان کو اجر عظیم فرمائے۔اور اسے والدین کیلئے توشہ آخرت کاذریعہ بنائے۔امین۔

واشنگٹن پوسٹ کی دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں ہرزہ سرائی

مشہور عالمی امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے پامیلا کانسٹیبل کے حوالے سے گزشتہ ماہ دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں تفصیلی رپورٹ شائع کی ہے اور اسکے ساتھ حضرت مولانا مد ظلہ کا انٹرویو بھی شامل ہے۔ حسب سابق انہوں نے روایتی تعصب کا مظاہرہ اس رپورٹ میں کیا ہے۔ لیکن اس بات کا واشنگٹن پوسٹ نے برملا اظہار کیا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے ہوائی چپل پہننے والے طالب علموں سے جرنیل حکمرانوں کے پاؤں کانپتے ہیں۔ اسی لئے حکمرانوں نے دینی مدارس میں مداخلت نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اور توہین رسالت کے قانون میں ترمیم سے بھی یہ لوگ پیچھے ہوگئے ہیں۔ اخبار نے لکھا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ ایک آزاد' خود مختار اہمیت کی حامل ایک ریاست ہے۔ جو پاکستان اور افغانستان کی حکومتوں پر حاوی ہے۔ اور دنیا بھر میں اسکے شاگردوں کا نیٹ ورک ہے اور یہی ادراہ "مسلم بنیاد پرستی کا گڑھ" ہے۔ امریکہ اور مغرب کو اسامہ اور طالبان کا پیچھا چھوڑ کر دارالعلوم حقانیہ کو بند کرنا چاہیے۔ اس رپورٹ کو دیگر عالمی اخبارات و جرائد نے بھی خوب اچھالا ہے۔ اور پھر امریکی کانگریس میں ایک ممبر نے اس رپورٹ کو بنیاد بنا کر دارالعلوم حقانیہ کو ھدف تنقید بھی بنایا ہے۔ یہ بات امریکہ سے بھیجے گئے ایک مکتوب سے معلوم ہوئی ہے جو جنگ اخبار کے میگزین "اخبار جہاں" کے مدیر کے نام ارسال کیا گیا ہے۔ اور یہ خط اخبار جہاں میں اہمیت کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر کی آمد

گزشتہ دنوں انگلینڈ اور مغرب کی معروف اور قدیم یونیورسٹی کے پاکستانی نژاد پروفیسر دارلعلوم حقانیہ حضرت مولانا مد ظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے مولانا مد ظلہ کے ساتھ مختلف عالمی موضوعات اور خصوصاً تحریک طالبان کے متعلق تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔

مولانا محمد ابراہیم فانی

تعارف و تبصرہ کتب

کتاب : اہتمام مشورہ افاضات مسیح الامہ مولانا مسیح اللہ خان صاحب قدس سرہ
ضخامت : ۱۱۲ صفحات قیمت : ۶۰ روپے
ناشر : زمزمہ پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب قدس سرہ حضرت تھانویؒ کے ان گنے چنے اجل خلفاً میں سے ہیں جو حضرت حکیم الامتؒ کی تعلیمات میں ایسے رنگے ہوئے تھے اور ان پر اپنے شیخ کا پر تو ایسا پڑ گیا تھا کہ وہ گویا اپنے شیخ کا عکس جمیل ہو۔ اسی وجہ سے آپ کو مسیح الامہ کا لقب دیا گیا۔ اپنے شیخ کے ارشاد پر آپ نے جلال آباد میں قیام فرمایا اور وہاں پر مفتاح العلوم کے نام سے ایک مدرسے کی بنیاد ڈالی اور تقریباً نصف صدی تک اس مدرسے کو فیض رسانی کا مرکز بنائے رکھا۔ وہیں پر درس و تدریس تصنیف و تالیف وعظ وارشاد اور مدرسے کے انتظام و انصرام میں مشغول رہے۔ یہیں پر عرصہ دراز تک صحیح بخاری شریف کا درس دیا جس کا کچھ حصہ شائع ہو چکا ہے باوجود اتنی عظمت شان کے سادگی تواضع وانکساری وفروتنی میں بے مثال اور فنائیت میں مستغرق تھے۔

زیر تبصرہ کتاب آپ کے افاضات وافادات کا مجموعہ ہے۔ جس میں آپ نے مشورہ کی اہمیت کے متعلق تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ من حیث المجموع یہ رسالہ تو ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے یکساں مفید ہے۔ لیکن مہتممین مدرسین، ائمہ کرام، انتظامیہ اور اس قسم کے دیگر افراد کے لئے اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے تاکہ ان کو مشورہ کی اہمیت معلوم ہو سکے۔ ''اہتمام مشورہ'' میں مشورہ کے احکامات، اہل شوریٰ، **امیر و** ذمہ دار کی صفات اور اطاعت امیر کی حکمت جیسے اہم امور پر انتہائی نفیس مباحث موجود ہیں۔ زمزم پبلشرز نے موضوع اور مرتب کی شایان شان یہ رسالہ طبع کرایا ہے۔

....

کتاب : اشرف الانوار شرح اردو نور الانوار مولف : مولانا عبدالحفیظ صاحب فاضل دیوبند
ضخامت : ۹۸۸ صفحات (مکمل دو حصے) قیمت : ۳۳۰ روپے
ناشر : مکتبہ اصلاح و تبلیغ مارکیٹ ٹاور حیدر آباد پاکستان

نور الانوار اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے جو کہ درس نظامی کے نصاب میں شامل اور عرصہ دراز سے متداول چلی

آ رہی ہے یہ در حقیقت "المنار" متن کی متوسط شرح ہے۔ المنار میں مصنف حافظ الدین عبداللہ ابن احمد نسفیؒ نے فخر الاسلام بزدوی اور شمس الائمہ سرخسیؒ کے علوم واصول کا خلاصہ جمع کیا ہے چونکہ وہ متن انتہائی مغلق اور بہت ہی مختصر ہونے کی وجہ سے اس کے سمجھنے میں طلبہ اور مستفیدین کو دشواری پیش آتی تھی۔ اسلئے اس کی ایک آسان عام فہم اور متوسط شرح کی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ اس ضرورت کو شیخ احمد بن ابو سعد المعروف ملا جیونؒ (جو کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے استاد تھے) نے دوران قیام مدینہ منورہ پورا کردیا اور صرف (۲ ماہ اور سات دن کے مختصر عرصہ میں یہ شرح پایہ تکمیل تک پہنچادی۔ اور پھر آپ کی اس کاوش کو اللہ تعالیٰ نے وہ شہرت اور قبولیت دوام بخشی کہ آج تک اس شہرہ آفاق کتاب کی کئی شروح منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے مولانا عبدالحفیظ صاحب فاضل دیوبند نے اردو زبان میں تالیف کیا ہے۔ اس کتاب میں شارح کا التزام کچھ اس طرح ہے کہ پہلے نور الانوار کی عبارت اس کے بعد اردو میں ترجمہ پھر بیان لغات اور اسکے بعد تشریح و تفصیل۔ کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں ابتداء سے لے کر مووّل تک اور دوسرے حصے میں ظاہر و نص سے لے کر رخصت اور اس کی اقسام تک کی تشریح و توضیح ہے جس اسلوب نگارش کیساتھ مؤلف نے کتاب کی شرح تالیف کی ہے اس سے مطالب و معانی کتاب سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی بلاشبہ مؤلف کی یہ کوششیں اور محنت قابل داد ہے اور یہی وجہ ہے کہ مدرسین و طلبہ کیلئے یہ شرح یکساں مفید اور اہمیت کی حامل ہے مضبوط جلد معیاری کتابت و طباعت اور بہترین کاغذ نے کتاب کے ظاہری حسن و خوبی میں مزید اضافہ کیا ہے۔

....

کتاب :	یادیار مہرباں آید ہمے	مرتب :	جناب عبدالستار انجم
سوانح حیات :	حضرت مولانا محمد یار صاحب جھنگویؒ	ضخامت :	۱۴۴ صفحات
قیمت :	۶۰ روپے	ناشر :	جھنگ ادبی اکادمی جھنگ

ملنے کا پتہ : ندوۃ المعارف۔ ۱۳ کبیر سٹریٹ 'اردو بازار لاہور

زیر تبصرہ کتاب سرزمین جھنگ (پنجاب) کی مشہور علمی شخصیت تاج الاولیاء حضرت مولانا محمد یار جھنگویؒ نقشبندی مجددی فضلی قدس سرہ کی تعلیمات اور سوانح حیات پر آپ کے ایک صاحب قلم عقیدت کیش جناب عبدالستار انجم نے ترتیب دی ہے جنہوں نے اپنے شیخ کی تصویر کشی انتہائی دلربا انداز میں کی ہے۔ ابتداء سے لے کر اختتام کتاب تک کہیں بھی قاری اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا علوم و معارف اسرار و رموز اور لطائف و نکات کا یہ ایک مختصر مگر جامع وبیش بہا مرقع اور خزینہ ہے کتاب ایک ہی نشست میں ختم کئے بغیر دل کو قرار نہیں ملتا۔ اب یہ صاحب سوانح کی للّٰہیت کی کرامت ہے یا مرتب کتاب کے خلوص و عقیدت کی تاثیر کتاب چار ابواب پر محیط ہے۔ پہلا باب سوانحی خاکہ دوسرا باب مکشوفات و کرامات' تیسرا باب قدسیات اور چوتھا باب آپ کے پسندیدہ اشعار۔

ابتدا میں بعض اہل قلم حضرات کی تقاریظ اور تاثرات ہیں۔ جس سے صاحب سوانح کی عظمت اور مصنف کی کاوش کا پتہ چلتا ہے۔ صاحب سوانح کے اقوال پڑھ کر اس مقولہ کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اولیااللہ کے اقوال مردہ دلوں کے لئے حیات نو کی نوید اور زنگ آلود نفوس کے لئے صیقل گری کا کام دیتے ہیں اور اسی زیر تبصرہ کتاب میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو کہ اس قسم کی تالیفات کا خاصہ ہیں۔

....

کتاب : صبر واستقامت کے پیکر — تالیف : الاستاذ شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ
ترجمہ : مولانا عبدالستار سلام قاسمی — ضخامت : ۱۹۶ صفحات
قیمت : ۹۴ روپے — ناشر : ندوۃ المعارف ۱۳ اکبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور

علمی دنیا میں کون ایسا ہو گا جو الاستاذ شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ کے نام نامی سے واقف نہیں۔ وہ عالم اسلام کے مشہور و معروف بلند پایہ محقق عالم صاحب طرز ادیب و مصنف اور انتہائی متقی صالح اور پاکباز بزرگ ہیں۔ چند سال قبل آپکے ارتحال کا سانحہ فاجعہ پیش آیا تھا آپ درجنوں دینی ادبی اخلاقی تاریخی اور تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں اور علمی حلقوں سے وہ کتابیں "زبردست" خراج تحسین پا چکی ہیں۔ زیر نظر کتاب آپ ہی کے ایک قلمی شہپارہ صفحات من صبر العلماء کا اردو ترجمہ ہے۔ حصول علم کی راہ میں علما کرام اور دیگر عظیم علمی شخصیات کو جن مصائب و آلام سے گزرنا پڑا اور ان استقامت کے پیکر اعاظم نے جس خندہ پیشانی سے وہ تکالیف برداشت کیں۔ کتاب کا موضوع بھی یہی ہے جس میں انتہائی عرق ریزی سے محقق علام نے ۵۰ سے زائد مآخذ کھنگال کر یہ حسین و دلآویز اور موثر مجموعہ تیار کیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے قاری پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ذوق وجدان کی ایک نئی دنیا سے متعارف ہو جاتے ہیں۔

کتاب کی افادیت کو دیکھ کر ضرورت اس بات کی تھی کہ اس سے اردو خوان طبقہ بھی استفادہ حاصل کرے۔ چنانچہ مولانا عبدالستار سلام صاحب قاسمی نے حضرت مولانا وحیدالزمان صاحب استاد دارالعلوم دیوبند کی ہدایت پر اس کا ترجمہ کیا اور حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ کا حق ادا کیا ہے جس سے قاری بالکل یہ محسوس نہیں کرتا کہ یہ اصل کتاب نہیں بلکہ ترجمہ ہے اور یہ ہی مترجم کی اصل خوبی اور آپ کی ذہانت کی پہچان ہے۔

ہمارے محترم دوست جناب شبیر احمد خان صاحب میواتی کو اللہ نے کتب بینی و مطالہ کا انتہائی اعلیٰ اور نفیس ذوق عطا فرمایا ہے۔ اور جس طرح شیخ ابو غدہؒ کو اپنا شیخ واستاذ علامہ زاہد الکوثری قدس اللہ سرہ العزیز دود الکتب یعنی کتابی کیڑا کہا کرتے تھے اسی لقب کے مصداق جناب میواتی صاحب ہیں۔ آپ نے اسکے حقوق لے کر اپنے ادارہ ندوۃ المعارف لاہور سے انتہائی خوبصورت انداز اور دلفریب ٹائٹل کے ساتھ طبع کرائی جس کی وجہ سے کتاب اس لائق ہے کہ سفر و حضر میں اس کو ساتھ رکھی جائے۔

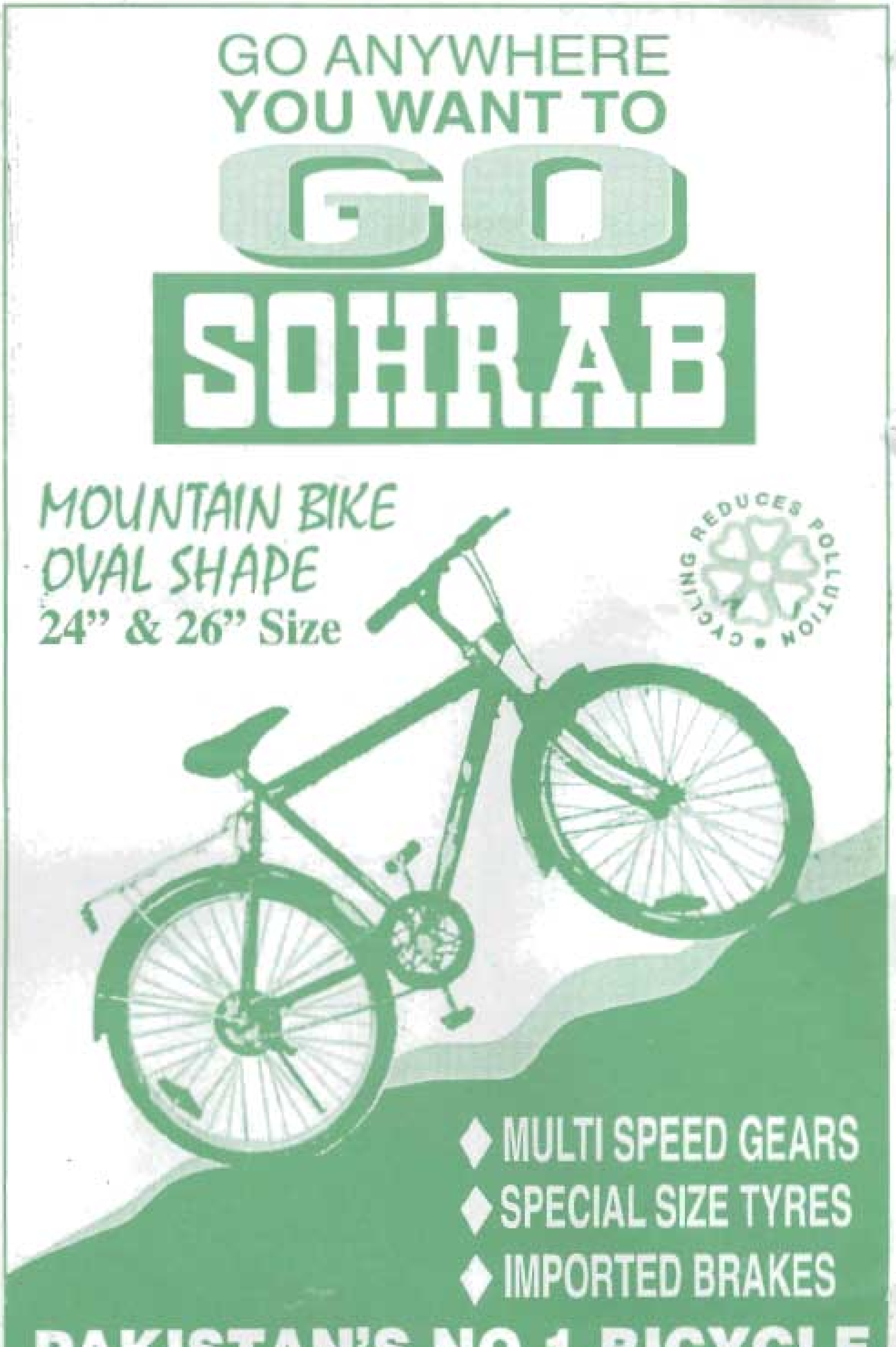
GO ANYWHERE
YOU WANT TO
GO
SOHRAB
MOUNTAIN BIKE
OVAL SHAPE
24" & 26" Size
CYCLING REDUCES POLLUTION
MULTI SPEED GEARS
SPECIAL SIZE TYRES
IMPORTED BRAKES
PAKISTAN'S NO.1 BICYCLE

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak